عیسائیت کے باطل عقیدوں کی
حقیقت
قرآن اور بائبل کی روشنی میں



محمد ایوب عباسی
ریٹائرڈ فلائٹ لیفٹیننٹ

عیسائیت کے باطل عقیدوں کی حقیقت قرآن اور بائبل کی روشنی میں

محمد ایوب عباسی
ریٹائرڈ فلائٹ لیفٹیننٹ

الخلیل پبلشنگ ھاؤس
دوکان نمبر I-B، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، روالپنڈی۔
Ph: 051-5553248, Cell: 0300-5034829, 0331-5459409
e-mail: akpublishing@hotmail.com

نام کتاب: عیسائیت کے باطل عقیدوں کی حقیقت قرآن اور بائبل کی روشنی میں

تالیف: محمد ایوب عباسی (ریٹائرڈ فلائٹ لیفٹیننٹ)

ناشر: الخلیل پبلشنگ ہاؤس دوکان نمبر 1-B، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، راولپنڈی۔

انتساب

پیاری اور ننی منی پوتی کے نام جس کا نام آفرین احمد عباسی ہے جس کو پیار سے "گل چیک" (ترکی زبان میں گلاب کا پھول) کہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب محمد ایوب عباسی ایئر فورس کے ریٹائرڈ افسر ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دردمند دل سے نوزا ہے، وہ اسلام اور پاکستان کی محبت سے سرشار ہیں، ان کے نوائے وقت میں چھپنے والے مضامین اس پر گواہ ہیں، ان کی دلچسپی کے موضوعات میں صیہونیت اور عیسائیت کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔

زیرِ نظر کتاب عیسائیت کے بارے میں ان کے گہرے مطالعہ کی غماز ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت، رہبانیت، اور تثلیث کو انہوں نے ناقابل تردید حوالوں سے غلط ثابت کیا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ شخصیت کے بارے میں جس طرح خود ساختہ عقائد کو عام کیا ہے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور آپ کی حقیقی تعلیمات نظروں سے اوجھل ہو گئی ہیں، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں اور عالمی استعمار کی منصوبہ بندیاں عیسائیت کے فروغ کا باعث ہیں، علماء اورعوامی سطح پر ایسی آگاہی کی ضرورت ہے جس میں عیسائیت کے گمراہ کن نظریات کی تردید ہو سکے۔

محمد ایوب عباسی صاحب نے محنت کر کے معلومات مرتب کی ہیں، اناجیل کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو تصویر کشی کی ہے اسے بھی بیان کیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت کا بھی اناجیل اور قرآن کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے، انجیلوں میں حضور اکرم ﷺ کے تذکرہ کو بھی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

ایک عام قاری اس کتاب کو بے حد مفید پائے گا، عباسی صاحب کی محنت اللہ قبول کرے اور کتاب کو صحیح خیالات اور درست عقائد کی اشاعت کا ذریعہ بنائے۔

ڈاکٹر خالد علوی

ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ ہیومینیٹیز

وش یونیورسٹی اسلام آباد

فہرست

کچھ مصنف کے بارے میں

مصنف گاؤں سوڑ ضلع راولپنڈی کے رہنے والے ہیں،ابتدائی تعلیم اسی گاؤں کے سکول سے حاصل کی،سکول میں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہ تھی، ٹاٹ وغیرہ پر بیٹھ کر ہی پڑھا کرتے تھے،لیکن تعلیم معیاری تھی، ہائی سکول اور کالج سے ہوتے ہوئے انڈین آرمی کی ایر سپلائی کور میں ڈائریکٹ حوالدار شامل ہوگئے۔ چونکہ جنگ عظیم دوئم زوروں پر تھی اور تعلیم بھی تھی جس کی وجہ سے بطور حوالدار سلیکٹ کر لیے گئے۔ برما اور بنگال میں خدمات سرانجام دیں۔ جب ملیریا کے مچھروں اور خون چوسنے والی جونکوں نے تنگ کیا تو آرمی کو خیر باد کہہ کر انڈین نیوی میں ملازمت اختیارکرلی ۔ نیوی کی ملازمت کے دوران تقریباً نصف دنیا کے ممالک کو قریب سے دیکھا، جب پاکستان وجود میں آیا تو پاکستان ائرفورس میں افرادی قوت کی شدید کمی تھی اس لیے پاکستان ائیر فورس میں تبدیلی کرالی ،کچھ عرصہ بعد کمیشن بھی حاصل کرلیا۔ ائیر فورس میں رہ کر ماسوائے چند ایک ممالک کے تقریباً ساری دنیا دیکھ لی، ریٹائرمنٹ کے بعد کافی عرصہ سعودی عرب کی ائیرفورس میں بطور ایڈوائزر خدمات سرانجام دیں۔یہاں دیگر ملکوں کے لوگ بھی کام کرتے تھے، اکثر ان سے عیسائیت کے موضوع پر بحث ہوتی رہتی تھی،یہاں پر بائبل کی مختلف نسخے زیرمطالعہ رہے خاص کر King James Version کا گہرائی سے مطالعہ کیا، یہی بائبل آج کل عام عیسائی بغل میں دبائے پھرتے ہیں، پھر قرآن اور بائبل کا تقابلی مطالعہ کرنے کے کا موقع بھی ملا،سعودی عرب کے قابل احترام علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ کتاب تصنیف کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جو اکابرین اور علماء کرام نے کافی پسند کی، اور مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائی، اس کا موجودہ ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مقدمہ

میں مُسلح افواج کی تینوں شعبوں یعنی بری، بحری، اور فضائیہ میں ملازم رہا جس کی وجہ سے دُنیا کے بہت سے ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا، ہر قوم و مذہب کے لوگوں سے ملاقات ہوئی، اور وقتاً فوقتاً بحث مباحثہ بھی جاری رہا، ایک چیز جس نے مجھے متأثر کیا وہ یہ ہے کہ عیسائی اپنے عقیدے میں کافی حد تک پختہ پائے، فوراً پلٹ کر کہتے ہیں کہ جب تک انسان عیسائیت کے عقیدے کو ایمان کا حصہ نہیں مانتا اس وقت تک اس کو جنت نہیں ملتی۔ جو کہ سراسر ضد اور ہٹ دھرمی ہے، ورنہ اس عقیدہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے میں نے جب مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اظہار الحق'' پڑھی تو میں حیران رہ گیا کہ 1854ء میں ایک مسلمان عالمِ دین نے کس طرح بائبل پر عبور حاصل کیا، اور ایک عیسائی مبلغ C.C.P.Fonder کو تین دن کے مناظرے کا چیلنج کیا، جس کو مناظرے کے دوسرے ہی دن بھاگنا پڑا، پھر شیخ احمد دیدات جو کہ مانے ہوئے مسلم سکالر ہیں، ان کی کتابیں اور VideoTapes پڑھیں اور دیکھیں، خاص کر اس کے عیسائی مبلغوں سے مناظرے جس میں فتح یابی ہمیشہ شیخ احمد دیدات کو ہی ملی۔ اب موجودہ زمانے میں ڈاکٹر ذاکر نائک نے دُنیا میں تہلکہ مچایا ہوا ہے اور اپنے لیکچرز میں مذہبی کتابوں کا حوالہ دیتا ہے اور اب ایک سیٹلائٹ چینل Peace.T.V چلا رہا ہے، اس کے مناظروں نے مجھے بے حد متأثر کیا۔ میں نے بائبل کو غور سے پڑھا اور کئی بار پڑھا اور عیسائیت کی حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی کہ کس طرح موجودہ عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے بالکل ہی مختلف ہے اور موجودہ عیسائی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں کہ اگر دُنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو صرف اور صرف عیسائی مذہب ہے جس کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا دین یا مذہب نہیں لائے تھے بلکہ خود انہوں نے فرمایا

تھا کہ ”یہ نہ سمجھو کہ میں توریت کو یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا (متی ۵:۱۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نئی تعلیم دینے نہیں آئے تھے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ پڑھیں گے، کہ عیسائیت کی بنیاد ایک ”پال“ یا پولس نامی یہودی عالم نے رکھی تھی جو شروع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کا سخت دشمن تھا لیکن جب پال نے عیسائیت قبول کی تو اس نے توریت کے بہت سے احکامات بدل ڈالے، شروع شروع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اس سے ڈرتے رہے، برنباس اور پطرس نے کچھ عرصہ تک پال کا ساتھ دیا مگر بعد میں انہوں نے جب دیکھا کہ یہ توریت کے احکام کو منسوخ کرتا چلا جارہا ہے تو دونوں نے پال سے جدائی اختیار کرلی۔ بعد میں برنباس نے انجیل برنباس لکھی جو دوسری انجیلوں کی بہ نسبت اصل الہامی انجیل کے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ یہ انجیل کسی مسلمان کی لکھی ہوئی ہے مگر تاریخ گواہ ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں (یعنی حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری سے کئی سال پہلے) پوپ جیلاشیش اول نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ اس انجیل کا مطالعہ کرنے والا مجرم سمجھا جائے گا۔

یہ ”پال“ ہی ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا حُلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور توریت کے احکام کو منسوخ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، عیسائیت کے بنیادی اُصولوں یعنی عقیدہ حلول و تجسم، عقیدہ مصلوبیت، عقیدہ حیات ثانیہ اور عقیدہ کفارہ پر بھی طرح طرح کی تاویلیں پیش کیں، حالانکہ ان عقیدوں میں سے کوئی ایک عقیدہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام مشہور حواری پال کے عقیدے کے سخت مخالف تھے پھر بھی پال کی شریعت پھلتی پھولتی رہی، اور

جب تیسری صدی عیسوی میں عیسائیت بازنطینی سلطنت کا سرکاری مذہب قرار پایا تو پال کی جماعت حکومت پر غالب آگئی، پھر پال نے نہ صرف اپنے نظریات کے مخالفین کو بزور طاقت کچلا بلکہ وہ تمام مواد بھی ضائع کرنے کی کوشش کی جس سے اس کے مخالف فائدہ اٹھا سکتے تھے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دُنیا میں پال کا دین پھیلتا گیا اور آہستہ آہستہ اصل دین عیسوی کا نام و نشان مٹ گیا۔خود بے شمار عیسائی علماء بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ موجودہ عیسائیت کے اصل بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ پال ہے۔ یہ بات تقریباً ہر ایک کے علم میں آ چکی ہے کہ جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی وہ اب دُنیا میں کہیں بھی نہیں ہے اور نہ ہی اُس تعلیم کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی تھی اُس وقت کوئی لکھنے والا مقرر تھا۔ میرے اندازہ کے مطابق پہلی انجیل جو لکھی گئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تقریباً ستر سال بعد لکھی گئی تھی ،اس کے بعد شاگردوں اور حواریوں نے کئی ایک انجیلیں لکھیں جو آپس میں ایک دوسری سے کافی مختلف ہیں ،لیکن عیسائی حضرات کے نزدیک چار انجیلیں معتبر ہیں جو علی الترتیب مرقس، متی،لوقا اور یوحنا ہیں باقی انجیلیں یا تو گم ہوگئی ہیں یا عیسائی حضرات انہیں جانتے ہی نہیں، آج کل ایک بائبل ہی زیادہ مانی جاتی ہے جو 1611AD میں King james نے منظور کی تھی جس کا نام ہے

The Holy Bible (Old and new Testaments)

Authorised(King James)Version

اس میں سے بھی سات عدد کتابیں نکال دی گئی تھیں یہی بائبل آج کل عام ہے۔

ایک انجیل جس کا نام انجیل برناباس ہے یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے مگر عیسائی حضرات فرماتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کی لکھی ہوئی ہے حالانکہ اُس وقت تک نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت ہی قریبی

حواری تھے انجیل برناباس کا اطالوی زبان کا نسخہ آج بھی ملک آسٹریا کے دارالخلافہ (ویانا) کے شاہی کتب خانے میں موجود ہے اس نسخہ میں باقی چار انجیلوں سے جو بنیادی اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کا بیٹا ہونے سے صاف انکار کیا ہے، دوسرے حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کی بشارت پرانے صحیفوں میں دی گئی ہے بلکہ وہ حضرت محمد ﷺ ہیں جو آخری زمانے میں آئیں گے، تیسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی بلکہ وہ یہودہ سکوریت تھا جس کو مسیح سمجھ کر سولی دی گئی، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا۔ چوتھے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ ان کے علاوہ بھی کافی چیزیں موجودہ بائبل سے مختلف ہیں اگر عیسائی حضرات اس بائبل کو مانیں تو عیسائیت کی عمارت زمین بوس ہو جائے گی اسی لئے اس کی مخالفت کی جارہی ہے۔

موجودہ چاروں انجیلوں کو ماننے والے کہتے ہیں کہ یہ الہامی ہیں مگر اس میں چودہ ایسے خطوط بھی شامل ہیں جو پال نے اس وقت کی حکومت کے کارندوں کو لکھے تھے، برناباس حواری کی پال سے جدائی کی وجہ نظریاتی اختلاف تھے۔ الہامی کتاب میں سینٹ پال کے خطوط شامل کرنے سے کیا حاصل ہوا ہے؟ بائبل کی Amendment ابھی تک جاری ہے اور غالباً 1952ء میں امریکہ سے ایک بائبل شائع ہوئی ہے جس کا نام Revised Standard Version ہے۔

میں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب ''اظہار الحق'' بار بار پڑھی مزید بہت سی کتابیں دوسرے مسلمان سکالرز مثلاً شیخ احمد دیدات، ڈاکٹر ذاکر نائیک وغیرہ کی پڑھیں تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہیے جس میں بائبل کے ہی حوالہ جات (Reference) سے ثابت کیا جائے کہ کہاں غلطیاں اور (Contradiction)

ہیں، تا کہ جن لوگوں کو عیسائیت کے موضوع سے دلچسپی ہو ان کو مختلف کتابیں لائبریریوں میں نہ ڈھونڈنی پڑیں۔ کتاب کے اندرونی صفحات میں کوشش کی جائے گی کہ عیسائیوں کی ہی مستند و معتبر کتابوں سے ثابت کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کیا تھی، اور کس طرح پال نے تحریفات کیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عیسائی حضرات اپنی کتابوں کو یا تو پڑھتے نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو غور وفکر نہیں کرتے ورنہ آسانی سے ان کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ کیا الہامی ہے اور کیا تحریف شدہ ہے۔

جو کچھ چرچ میں سنا یا آباؤ اجداد سے سنا اسی کو مذہب سمجھ کر عمل شروع کر دیا یہ میرے خیال میں عیسائیت کا المیہ ہے۔

موجودہ انجیلیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر پھر بھی کافی مواد ان میں موجود ہے جس سے سچ اور جھوٹ الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔

ان کے بنیادی اُصول عقیدہ حلول و تجسم، عقیدہ مصلوبیت، عقیدہ حیات ثانیہ اور عقیدہ کفارہ ہیں۔ آدم علیہ السلام کے گناہ کا اثر ساری بنی نوع انسان پر پڑا اس پر عیسائیت سختی سے قائم ہے، اس کے علاوہ عقیدہ تثلیث یعنی ''خدا'' باپ بیٹے اور روح القدس کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس کتاب کے اندر ان عقیدوں پر بحث کی جائے گی، بائبل ہی کے ذریعے ثابت کیا جائے گا کہ کہاں پر غلطیاں ہیں اور کہاں بائبل کی چاروں کتابوں میں تضادات موجود ہیں، مثلاً کیا عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے؟، تین خداؤں کا تصور؟، عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے؟، آدم علیہ السلام کا گناہ؟، عقیدہ کفارہ؟، کیا عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی دی گئی؟ عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے آئے تھے، ان کے پیغام کو کس طرح بدل دیا گیا؟ کیا حضرت محمد ﷺ کی بائبل میں پیشینگوئی کی گئی تھی؟

اس میں آپ دیکھیں گے کہ کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کلیسا کی تعلیم سے مختلف ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی نہیں کہا کہ: میں خدا ہوں، بلکہ کہا کہ: میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر ہوں، اور نہ یہ کہا کہ: میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اور بار بار کہا کہ اچھے عمل ہی انسان کی بخشش کا ذریعہ ہیں، یہ کبھی نہیں کہا کہ عقیدہ کفارہ پر ایمان لانے سے نجات حاصل ہوگی، انجیلوں میں نہ عبادات کے طریقے بیان کئے گئے ہیں نہ ہی ان میں جرم اور سزا کا تصور یا قانون ہے۔

بائبل کے اندر ہی کافی مواد آپ کو ایسا ملے گا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی پیغام کی نفی ہوتی ہے، میں بائبل ہی سے Quote کر کے ثابت کروں گا کہ کس طرح پال کا مذہب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام سے یکسر مختلف ہے۔

آسانی کے لئے انجیلوں کے باب اور آیات کا حوالہ دیا گیا ہے مثلاً متی ۳:۱۳ کا مطلب ہے متی کا باب نمبر ۳ اور آیت نمبر ۱۳۔

باطل عقیدہ۔ عیسیٰ علیہ السلام خُدا ہیں

(1) عیسائی عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خُدا ہیں،

اب دیکھیں کہ ان کی اپنی بائبل میں کہاں کہاں ان کے اس باطل عقیدہ پر ضرب پڑتی ہے۔ جن قارئین کو انگریزی، اردو بائبل کے تقابل کا شوق ہو تو نوٹ کر لیں کہ۔

یُوحنا---JOHN

مرقس---MARK

متی---MATHEW

لُوقا---LUKE

انگریزی زبان کی بائبل بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

اب دیکھیں کہ قدم بہ قدم اور پیرا بہ پیرا بائبل کیا کہہ رہی ہے مثلاً

(1) پیدائش اور شجرہ نسب

متی ۱:۱ متی کے حساب سے عیسیٰ علیہ السلام 41 اکتالیسویں پشت پر JOSEPH یعنی یوسف بڑھئی کے لڑکے ہیں، اور لوقا کے حساب سے 77 ستترویں پشت پر ہیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ بھی ہیں اور انسانوں کے شجرہ نسب سے بھی ہیں۔ یہودیوں کے بادشاہ بھی ہیں اور خدا بھی ہیں۔ (متی ۲:۲)

(2) بچہ کی پیدائش

ایک ستارہ آسمان پر اس جگہ کے برابر اوپر چمک رہا تھا جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (متی ۲:۷)

یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ بھی ہیں اور بچہ بھی ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام کو JESUS OF NAZARENE بھی کہتے تھے (متی ۲:۲۳)

کیا اللہ تعالیٰ زمین کے باشندے ہیں؟

(3) بپتسمہ

عیسیٰ علیہ السلام اُردن میں آئے اور یوحنا نے بپتسمہ دیا (متی ۳:۱۳)

یہ رسم انسان کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ادا کی جاتی ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی ہیں اور گناہ گار بھی؟

(4) انسان

جب عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ معجزے دکھائے تو وہاں موجود لوگوں نے کہا کہ انسان ہے (متی ۸:۲۷)

انہوں نے خدا نہیں کہا۔

(5) ڈرنا

جب عیسیٰ علیہ السلام نے دو اندھوں کو صحت مند کیا تو فرمایا کہ کسی کو اس عمل کا پتہ نہ چلے۔ (متی ۹:۲۷):

کیوں؟ اس لئے کہ لوگوں سے ڈر لگ رہا تھا، کیا اللہ تعالیٰ کسی سے ڈر سکتے ہیں؟۔

(6) Tempted

شیطان نے عیسیٰ علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی۔ (متی ۴:۱)

کیا شیطان اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے سکتا ہے؟۔

(7) پیغمبر

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھ کو مانا اس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔

(متی ۱۰:۴۰)

یہاں عیسیٰ علیہ السلام خود فرما رہے ہیں کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسُول ہوں۔کیا عیسیٰ علیہ السلام بیک وقت خدا اور رسول ہو سکتے ہیں؟

جب عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مردے کو اللہ کے حکم سے زندہ کیا تو مجمع میں لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اور کہا کہ ایک عالی رسول ہمارے سامنے ہے۔

(لوقا ۷:۱۶)

دیکھنے والو نے اللہ کی تعریف کی اسکی شان میں کلمات کہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو رسول ہی کہا۔

لوگوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ پیغمبر ہیں (لوقا ۲۴:۱۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ کہا گیا اور آپ علیہ السلام نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(8) رسول اللہ

یوحنا نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا! کیا آپ وہ رسول ہیں جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں یا ہم دوسرے کسی کا انتظار کریں؟ (متی ۱۱:۳)

کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک رسول تھے۔

(9) عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا قول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مانا کہ: میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیطان کو بھگاتا ہوں اور معجزے بھی اللہ تعالیٰ کی طاقت سے ہی دکھاتا ہوں اس میں میرا اپنا کوئی کمال نہیں ہے (متی ۱۲:۱۴)

اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو یہ نہ فرماتے۔

(10) ماں اور بھائی

ایک شاگرد نے کہا تمھاری ماں اور بھائی کی کوئی خواہش نہیں کہ تمھارے سے بات کریں (متی ۱۲:۴۷)۔

حضرتؑ کی ماں مریم اور چار بھائی ہیں (متی ۱۳:۵۵)

کیا خدا کی بھی کوئی فیملی ہوتی ہے؟

(11) صرف بنی اسرائیل کے لئے

عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو ہدایت دینے کے لئے آئے تھے۔ متی ۱۵:۲۴):

ثابت ہوا کہ اللہ نے انہیں صرف بنی اسرائیل کے لئے بھیجا تھا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو کیا خدا نے انہیں بھیجا تھا؟ یعنی بیک وقت خدا بھی اور رسول بھی۔

(12) انسان کے بیٹے

عیسیٰ علیہ السلام نے کئی بار اپنے آپ کو انسان کا بیٹا کہا اور کبھی نہیں کہا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں. (متی ۱۷:۲۲) اور (متی ۱۸:۱۱)

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بیک وقت وہ خدا بھی ہوں اور خدا کے بیٹے بھی؟

(13) اچھا اور شریف ماسٹر

ایک آدمی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اچھا انسان کہا۔ پلٹ کر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف خدا اچھا ہے (متی ۱۹:۱۶) اور (متی ۱۹:۱۷)

(14) گدھے اور خچر کے سوار

عیسیٰ علیہ السلام کا داخلہ یروشلم میں جب ہوا تو وہ گدھے اور خچر پر سوار تھے۔ (متی ۲۱:۱ تا ۵)

کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ گدھے اور خچر پر سوار ہوں۔

(15) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور پیغمبر جب یروشلم میں داخل ہوئے تو مجمع نے کہا: یہ ہیں عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر جو کہ NAZARETH سے ہیں جو کہ گیلیلی قصبہ میں ہے۔

ظاہر ہے پیغمبر تھے نہ کہ خدا۔

(16) عبادت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا منہ زمین پر لگایا یعنی سجدے میں گرے اور عبادت کی (متی ۲۶:۳۹)

اب بتائیں کس لئے عبادت کی؟ اگر خدا تھے تو کس خدا کی عبادت کی؟ ثابت ہوا کہ انسان تھے اور خدا کی عبادت کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوری رات خداوند کریم کی عبادت میں گزاری (لوقا ۶:۱۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو پھر عبادت کیسی؟ انسان ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے عبادت کرتا ہے۔

(17) حضرت غمگین ہوئے

حضرت نے فرمایا میں غمگین ہوں۔ (متی ۲۶:۳۸)

کیا خدا غمگین ہوسکتا ہے؟ انسان غمگین ہوتا ہے۔

(18) حضرت نے اذیتیں برداشت کیں

لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ پر تھوکا اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ (متی ۲۷:۶۷)

اگر حضرت خدا تھے تو کیا اسطرح کی بے عزتی برداشت کر سکتے تھے؟ اور اپنا دفاع بھی نہ کر سکتے تھے، صاف ظاہر ہے عام انسان تھے اور مجمع کی بے عزتی برداشت کرتے رہے، اگر خدا ہوتے تو کوئی گستاخی کرنے کی جُرات نہ کر سکتا۔

(19) نظر انداز کرنا

عیسیٰ علیہ السلام جب صلیب پر تھے تو کہنے لگے او خدایا: اوخدایا: مجھے کیوں نظر انداز کر دیا ہے (متی ۲۷:۴۶)

آپ ہی بتائیں عیسیٰ علیہ السلام کس خدا سے مدد کے لئے پکار رہے تھے؟ کیا کوئی دوسرا خدا تھا جس کو زمینی خدا مدد کے لئے پکار رہا تھا؟ یا حضرت خود خدا تھے اور اپنے آپ کو مدد کے لئے پکار رہے تھے؟

(20) صلیب پر موت

بائبل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی اور صلیب پر ہی موت واقع ہوئی (متی ۲۷:۳۵):

کیا خدا کو بھی صلیب دی جا سکتی ہے؟

عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر ہوئی (متی ۲۷:۵۰)

بائبل کے مطابق اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو موت کیسے ہوئی؟ خدا تو ہمیشہ زندہ رہے گا موت صرف مخلوق پر آتی ہے۔

(21) دفنایا جانا

یُوسف نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی میت کو صلیب سے اُتارا اور ایک قبر میں دفن کر دیا اور آگے ایک بڑا پتھر رکھ دیا (متی ۲۷:۶۰)

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو پھر دفن کیسے ہو گئے؟

(22) کتوں کی خوراک

ایک یونانی عورت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ میری لڑکی کو صحت مند کریں۔حضرت عیسیٰ علیہٗ السلام نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں ہے کہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالیں (مرقس ۷:۲۷)

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے؟ اگر خدا ہوتے تو اسرائیلیوں کو بچے نہ کہتے ،اور غیر اسرائیلیوں کو کتے نہ کہتے۔اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اسرائیلی قوم کے لئے آئے تھے نہ کہ سارے عالم کے لئے۔

(23) اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا

جب عیسیٰ علیہ السلام کسی مریض کو صحت مند کرتے تو آسمان کی طرف دیکھتے اللہ سے مدد مانگتے اور گڑگڑاتے (یُوحنا۵:۳۰) (ایکٹ۲:۲۲)

آسمان کی طرف کیوں دیکھتے ؟کس سے مدد مانگتے ؟ اگر حضرت خدا تھے تو پھر کیوں کسی اور خدا سے مدد مانگتے۔ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اللہ تعالیٰ نے کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے۔

(24) ختنہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آٹھ دن کے ہوئے تو ان کے ختنے کئے گئے ۔ (لُوقا۲:۲۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو ختنے کیسے؟

(25) بارہ سال کا ہونا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بارہ سال کے ہوئے تو ان کی عقلمندی بڑھتی گئی۔ (لُوقا۲:۵۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے اور پھر بارہ سال کے بھی ہو گئے اور عقلمند بھی ہو گئے؟

(26) استاد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں نے ہمیشہ ان کو استاد کہا اور کبھی خدا نہیں کہا (لوقا ۷:۴۰)

(27) آسمان کی طرف دیکھنا

عیسیٰ علیہ السلام نے پانچ روٹیاں اور دو عدد مچھلیاں اٹھائیں برکت کے لئے پھر آسمان کی طرف نظر کی تاکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس میں شامل ہو اور برکت ملے (لوقا ۹:۱۶)

اگر حضرت خدا تھے تو آسمان کی طرف کس لئے دیکھا؟

(28) شکریہ ادا کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اے اللہ تو آسمان اور زمین کا مالک ہے اور میں تیرا شکر گزار ہوں (لوقا ۱۰:۲۱)

یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان تھے نہ کہ خدا۔

(29) اللہ تعالیٰ کی طاقت

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''کہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے شیطان کو بھگاتا ہوں۔ (لوقا ۱۳:۲۱)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمانا اور ماننا کہ میں خود کچھ نہیں کر سکتا بلکہ اس میں اللہ کی مدد شامل ہے۔ اگر حضرت خدا ہوتے تو پھر یہ کیوں فرماتے؟

(30) بھاگ کھڑے ہونا

ہیرڈ کے ڈر سے کہ کہیں وہ انہیں مار نہ دے، کہا کہ مجھے آج کل اور پرسوں چلنا

چاہئے کیونکہ پیغمبر یروشلم کے باہر ہی ختم ہو۔ (لوقا۱۳:۳۱)

کیا یہ ثابت نہیں کرتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان اور پیغمبر تھے نہ کہ خدا، اگر خدا ہوتے تو ڈرنا کس بات کا۔ ڈرنا انسان کی خصلت ہے۔

(31) حوصلہ اور طاقت کو مضبوط کرنا

آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوصلہ اور طاقت کو مضبوط کیا (لوقا۲۲:۴۳)

یہ اس رات سے پہلے کی بات ہے جب رومن حکومت کے سپاہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے آئے۔ کیا فرشتے اللہ تعالیٰ کو مضبوط کرتے ہیں یا انسانوں کو؟

(32) پسینے سے شرابور ہونا

عیسیٰ علیہ السلام پسینہ سے شرابور ہو گئے اور پسینے کے قطرے اس طرح گر رہے تھے جیسے خون کے قطرے ہوں۔ حضرت کرب میں عبادت بھی کر رہے تھے (لوقا۲۲:۴۴)

کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت ایک پیغمبر تھے نہ کہ خدا۔

(33) بھیڑیا بھولا بھالا

یوحنا بپتسمہ دینے والے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا "دیکھو بھیڑیا بھولے بھالے" (یوحنا۱:۳۹)

کیا حضرت خدا تھے اور ساتھ ہی اسکے بھیڑیا؟

(34) ماسٹر یا ربیٔ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد ان کو ماسٹر کہا کرتے تھے (یوحنا۱:۳۸)

انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی بھی خدا کہہ کر نہیں پکارا، نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو خدا کہا۔

(35) یوسف کے بیٹے

فلپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شاگرد) نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام NAZARETH جو کہ اس شہر کے ہیں اور یوسف کے بیٹے کہہ کر پکارا (یوحنا۱:۴۵)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف بڑھئی کے لڑکے کہہ کر پکارا گیا۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف کے لڑکے بھی ہوں اور خدا بھی؟

(36) بڑھئی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑھئی کا کام بارہ سال کی عمر سے تیس سال تک کیا، یوسف جو کہ حضرت مریم کے خاوند تھے سے سیکھا، (یوحنا۱:۴۵)

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت خدا بھی تھے اور بڑھئی بھی؟

(37) عبادت گذار

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہم جانتے ہیں کہ کیا عبادت کرتے ہیں۔ (یوحنا ۴:۲۴)

یہاں حضرت فرمارہے ہیں ہم عبادت کرتے ہیں مطلب یہ کہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت خدا بھی ہیں اور خدا کے عبادت گذار بھی؟

(38) بھیجا ہوا

میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ ایک کام مکمل کروں (یوحنا۴:۳۴)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود فرمارہے ہیں کہ میں اللہ کی طرف سے ایک کام مکمل کرنے کے بھیجا گیا ہوں، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو پھر کس خدا کی طرف سے وہ بھیجے گئے۔؟

(39) کمزور انسان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ میں اپنے طور پر کچھ نہیں کرسکتا ۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی وہ کرسکتا ہوں جو تم دیکھ رہے ہو(یوحنا ۵:۳۰)

کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بطور رسول بھیجے گئے ہیں۔

(40) شریعت میری طرف سے نہیں

میری شریعت میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے ہے جس نے مجھے بھیجا(یوحنا ۷:۱۶)

یہاں صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا بلکہ وہی کیا جو اللہ نے ان کی طرف وحی کی ۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ہی خدا تھے تو پھر وحی کس سے وصول کرتے تھے؟

(41) سکھایا ہوا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہوں جو اللہ نے سکھایا ہے (یوحنا ۸:۲۸)

صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں تھے بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول تھے کیوں کہ وہی کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ سکھاتے تھے۔

(42) انسان

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: اب تم میرے قتل کے درپے ہو اس لیے کہ میں بطور انسان تمہیں سچ کہہ رہا ہوں جو مجھے خدا کی طرف سے وحی کے طور پر آتا ہے۔

(یوحنا ۷:۴۰)

یہاں کیا یہ ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے آپ کو بطور انسان پیش کررہے ہیں نہ کہ خدا کے طور پر؟ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود خدا بھی ہیں اور خدا سے ہدایت بھی لے رہے ہیں۔

(43) رونا

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لازارس کو مردہ پایا تو حضرت روپڑے اور کہا جو کچھ خدا سے مانگو مل جائے گا، حضرت نے اللہ سے مانگا اور مل گیا اور لازارس زندہ ہوگئے (یوحنا۱۱:۳۵)

کیا ثابت نہیں ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی مدد سے ہی لازارس کو زندہ کیا۔ اگر حضرت خدا تھے تو پھر کون سے خدا سے مدد طلب کی؟

(44) حفاظت یا سلامتی طلب کرنا

جس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری ہوئی اس رات انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ میری روح بے چین ہے؟ اور یہاں سے مجھے بچایا جائے۔ (یوحنا۱۲:۲۷)

یہاں حضرت اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ مجھے ان سے بچایئے جو مجھے گرفتار کرکے لے جارہے ہیں۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت انسان تھے، اور مشکل وقت میں اللہ سے مدد مانگنا انسانی فطرت میں شامل ہے، اگر خدا ہوتے تو پھر کس خدا سے دعا مانگ رہے تھے؟

(45) پاؤں دھونا

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کے پاؤں دھونے شروع کردیئے اور کپڑے سے صاف کیے، (یوحنا۱۳:۵)

کیا خدا ایسا کرتا ہے؟

(46) یہ الفاظ میرے نہیں

جو کلام تم سن رہے ہو میرا نہیں ہے بلکہ اس خدا کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

(یوحنا۱۴: ۲۴)

یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(47) نیزے سے چھید کرنا

ایک رومن سپاہی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدن میں نیزے سے چھید کیا جبکہ وہ صلیب پر تھے اور خون اور پانی باہر آیا۔(یوحنا۱۹: ۳۴)

کیا کوئی انسان سوچ سکتا ہے کہ خدا کے بدن کو نیزے سے چھیدا گیا اور خون اور پانی باہر نکلنا شروع ہوا۔

مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بائبل میں کتنا تضاد ہے، یہ تو میں نے چیدہ چیدہ حوالہ جات پیش کیے ہیں اسی طرح کے سینکڑوں اور بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش باپ کے بغیر کنواری مریم علیہا السلام کے شکم سے ہوئی ۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام اور اماں حوا بغیر ماں باپ کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ختنے ہوئے جیسا کہ دوسرے بچوں کے ہوتے ہیں، حضرت نے تیس سال تک عام آدمی کی طرح زندگی گزاری،تیس سال کی عمر میں پیغمبری عطا ہوئی۔ حضرت کو ان کے آبائی شہر کی نسبت سے پکارا جانے لگا یعنی JESUS OF NAZARENE حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح ایک نسان اور پیغمبر تھے ۔ تمام انسانی خصائل ان میں موجود تھے۔ چلتے پھرتے تھے، کھاتے پیتے تھے ،کبھی کبھی غمگین بھی ہوتے تھے ۔ انسانوں کی طرح ڈرتے تھے، بھوک بھی لگتی تھی، روتے بھی تھے، سوتے بھی تھے، کسی نے ان کو خدا کہہ کر نہیں پکارا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے، اللہ کا شکر ادا کرتے اور مشکل وقت میں اللہ ہی سے مدد مانگتے جس طرح ان سے پہلے پیغمبروں نے مانگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو نہ تو کبھی خدا کہا اور نا خدا کا بیٹا، گدھے پر سواری بھی کی، بائبل کے بیان کے مطابق رومن سپاہیوں نے گرفتار کرتے وقت ان کی ہر طرح سے بے عزتی کی، مارا، پیٹا، تھوکا اور صلیب پر نیزے سے بدن میں چھید بھی کیے۔ ہر طرح سے ان کو تکالیف پہنچائیں، صلیب سے اتار کر کفن پہنایا گیا اور دفن کیے گئے۔

نوٹ۔ قرآن مجید کے مطابق نہ تو ان کو موت ہوئی اور نہ ہی صلیب دی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرشتوں کے ذریعے آسمانوں پر اٹھا لیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اپنے شاگردوں کو تنبیہ کی میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں اور جو کچھ مجھے وحی کی جاتی ہے میں وہی آپ تک پہنچاتا ہوں اور جو معجزے میں دکھاتا ہوں وہ اللہ ہی کی مدد سے دکھاتا ہوں میرا اپنا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بھی کسی مشکل میں گرفتار ہوتے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے۔

جس دن رومن سپاہی ان کو گرفتار کرنے آئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ حضرت کی مدد کے لیے بھیجا۔ حضرت نے بڑھئی کا کام بارہ سال کی عمر سے لے کر تیس سال کی عمر تک یعنی اٹھارہ سال کیا۔

ان سب چیزوں کو مدنظر رکھیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک انسان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبری عطا کی تاکہ بنی اسرائیل کو سیدھا راستہ دکھائیں۔ ان کی پیدائش ایک معجزہ تھا اللہ تعالیٰ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہوجا: تو آنکھ جھپکنے کی دیر میں وہ چیز ہوجاتی ہے۔ پیدائش کیسے ہی ہو۔ انسان اللہ کی (مخلوق) ہی رہتا ہے خدا (خالق) کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ اللہ ہی وقت کے مطابق پیغمبروں کو معجزے عطا فرماتا

ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بطور معجزہ پیدائش ان کو خدا ہرگز نہیں بنا دیتی، وہ انسان اور اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔

۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے کہ اردن کی پہاڑیوں میں ایک چرواہا اپنی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں تھا ایک غار میں چرواہے نے پتھر پھینکا تو ایک عجیب آواز نے اسے چونکا دیا، اندر جا کر دیکھا کہ مٹی کے مٹکے پڑے ہوئے ہیں اور ان میں چمڑے کے رول موجود ہیں ان کو لے کر وہ شہر میں گیا تو کسی نے نہ خریدا۔ بعد میں ایک یہودی نے خرید لیا، ان پر سریانی زبانی میں کچھ لکھا ہوا تھا،اس کے بعد کئی ایک غاریں دریافت ہوئیں جو کہ چمڑے کے رول وغیرہ سے بھری ہوئی تھیں۔مگر جب ان کو سیدھا کیا گیا تو ٹوٹ رہی تھیں۔ ان کو یہودیوں نے اکٹھا کیا اور کئی سال تک ان ٹکڑوں کو جوڑ کر Decypher کرتے رہے مگر کسی بھی غیر یہودی کو دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

عیسائیوں نے مقدمے پر مقدمے درج کیے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی آخر کار ۱۹۹۰ء میں کیلیفورنیا کی ایک عدالت نے اجازت دی مگر اتنے عرصے کے دوران یہودی اپنا کام دکھا چکے تھے،بہرحال بعد میں جو رپورٹ شائع ہوئی اس میں تحریر تھا کہ اگر ان چمڑے کے رول پر جو لکھا ہوا ہے اس کو ظاہر کیا جائے تو عیسائیت کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہوجائے گی۔ غالباً یہ وہ غاریں ہیں جہاں کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ESSENE سوسائٹی کے ساتھ رہے تھے، یہ سوسائٹی رومن کے قانون کو نہیں مانتی تھی۔ بہرحال پوری کہانی کے لیے DEAD SEA SCROLLS کتاب پڑھنی پڑے گی۔ یہ چمڑے کے رول ٹکڑوں میں آج بھی یروشلم کی لائبریری میں دیکھے جاسکتے ہیں مگر کسی کے سمجھ میں آنے والے نہیں ہیں۔

باب دوم

عقیدہ تثلیث (TRINITY)

(1) یہ بات ہر ایک انسان کے علم میں ہے کہ عیسائی مذہب میں خدا تین علیحدہ علیحدہ اور آزاد شخصیت کا مرکب ہے۔ یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا تین چیزوں کا مرکب ہے اور پھر ایک ہے مگر پھر ایک میں تین بھی ہیں۔ کبھی کبھی سمجھانے کے لیے عیسائی حضرات پانی کی مثال بھی دیتے ہیں کہ جیسے پانی H_2O ہے یعنی دو ایٹم ہائیڈروجن کے اور ایک ایٹم آکسیجن اور پھر یہ جب برف میں تبدیل ہوتا ہے تو ایک ہوجاتا ہے، مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ پانی برف بن جانے کے بعد بھی H_2O ہی رہتا ہے۔ عیسائی علماء کی مختلف رائے ہیں۔ انجیلوں میں کہیں بھی عقیدہ تثلیث کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی تعلیم دی ہے۔ یہ تین اقانیم کون ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ خدا باپ، بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام ہے، بعض کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا اور کنواری مریم وہ تین اقنوم (PERSONS) ہیں، جن کا مجموعہ خدا ہے۔ عقیدہ تثلیث کے عیسائی نظریہ کو اس طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس (جبرائیل امین) خدا ہے، مگر یہ مل کر تین خدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے کبھی بھی کسی نے عقیدہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی بلکہ عقیدہ توحید کی ہی تعلیم دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی اپنے وعظ یا نصیحت میں اس عقیدے پر ایمان لانے کے لیے نہیں فرمایا۔

اب دیکھیں انجیلیں اس کے متعلق کیا کہہ رہی ہیں۔

مرقس	۱۲_۲۸_۳۴
یوحنا	۱۷:۳
Deuteronomy	۴:۳۵اور۳۹
Jeremia	۱۰:۱۰
Deuteronomy	۶:۴_۵
یوحنا	۱۴:۲۸اور۱۴:۲۴
Isaiah	۴۵:۵_۶
متی	۲۳:۹_۱۰
Issaiah	۴۶:۹
متی	۲۶:۳۶_۴۴
مرقس	۱۳:۳۲
متی	۲۰:۲۳
متی	۱۹:۱۶_۱۷
متی	۲۷:۴۶ اور ۵۰
لوقا	۲۳:۴۶
Isaiah	۴۰:۲۸

ان مندرجہ بالا کتابوں میں کہیں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عقیدہ تثلیث کی تعلیم دی ہو ہر جگہ توحید کا ذکر ملے گا۔

(2) توریت میں کہیں بھی عقیدہ تثلیث کا ذکر نہیں ملے گا۔ توحید ہی کا ذکر ہے، پھر اچانک تین سے ایک اور ایک سے تین کیسے ہوا؟۔ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے

جو بھی پیغمبر اس دنیا میں آئے سب نے توحید کی تعلیم دی۔ کیا خدا کی فطرت وقت کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے؟ عقیدہ تثلیث ایک ایسی پہیلی ہے جس کی کسی کو اصولی طور پر سمجھ ہی نہیں ہے، یہ ایک Pendulum کی طرح ہے جو عقیدہ توحید اور عقیدہ تثلیث کے درمیان Swing کر رہا ہے۔

پہلی فصل میں انجیلوں کے ذریعے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں تھے بلکہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے، تو پھر اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین خداؤں میں کیسے فٹ ہو گئے۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کنواری مریم کے پیٹ سے ہوئی جیسے عام انسان پیدا ہوتا ہے، اب سوچیں کہ جسے خداوند کریم نے پیدا کیا وہ کیسے خدا بن بیٹھا؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے (متی ۱:۱)

اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے جیسے عام انسان پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے موجود تھے پھر حضرت کی پیدائش بعد کس طرح Trinity کا حصہ بن گئے؟۔ روح القدس کی پیدائش بھی اللہ کے حکم سے ہوئی۔ اس لیے یہ اللہ سے پہلے موجود نہ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد Trinity کا حصہ کیسے بن گئے؟۔

(4) خدا آسمان میں ہے (متی ۷:۲۱)

یہاں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ تو آسمانوں میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر۔ دونوں الگ الگ جگہوں پر ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں ایک ہیں، ایک زمین پر دوسرا آسمانوں پر۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو بپتسمہ دیا جارہا تھا تو روح القدس ایک کبوتر یا فاختہ کے جسم میں حلول کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں نازل ہوئے۔(متی ۳:۱۶)

اب دیکھیں کہ یہ مندرجہ بالا چیزیں کتنی متضاد ہیں۔ یعنی وہی منطق کہ خدا تین ہیں مگر خدا ایک ہے۔

(5) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک اندھے کو صحت مند کیا تو جو لوگ یہ دیکھ رہے تھے انہوں نے اسرئیل کے خدا کی تعریف اور حمد وثنا کی۔(متی ۱۵:۳۱)

اگر یہودیوں کا خدا ایک تھا تو عیسائیوں کا خدا کیسے تین اجزا میں بٹ گیا، اللہ تو صرف اور صرف ایک ہی ہے۔

انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیئے جانے کے بعد تین دن تک فوت رہے۔(متی ۱۷:۲۳)

اب عقیدہ تثلیث کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ تین دن تک فوت رہا پھر نظام قدرت اس عرصہ میں کون چلاتا رہا؟ کیا خدا کا ایک حصہ فوت ہونے کے بعد باقی حصے اس نظام کو سنبھالے رہے؟۔

اسی طرح دیکھیں کہ تین خداؤں میں سے ایک ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک رہا تو اس عرصہ میں نظام قدرت کس کے ہاتھ میں تھا؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن کا حال نہ تو کوئی انسان جانتا ہے نہ ہی فرشتے اس دن کا حال صرف خدا کو معلوم ہے۔(متی ۲۴:۳۶)

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس اللہ سے کم درجے کے ہیں کہ انہیں کوئی علم نہیں تو ان کو اللہ کے برابر کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے؟ یہ دونوں کس طرح عقیدہ تثلیث میں فٹ ہوتے ہیں؟۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا صرف ایک خدا ہے ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان اور رسول ہیں ،اور روح القدس کا اپنا مقام ہے نہ یہ تین مل کر خدا ہیں نہ ہی الگ الگ خدا ۔ اللہ کا مقام اور ہے اور ان دونوں کا مقام اور ہے۔

اب دیکھیں کہ اگر اللہ تعالی تینوں کا مجموعہ ہے تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر تھے، اللہ کا ایک حصہ صلیب پر ہوا اور دوسرا حصہ آسمانوں پر۔

یہ ایک پہیلی ہے جس کو کوئی حل نہیں کرسکتا،صرف لفظوں کے ہیر پھیر سے مسئلہ کا حل ممکن نہیں ہے۔

(6) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کیا یک برگزیدہ رسول تھے اور انسانوں کی طرح کھانا کھاتے تھے ،گھومتے پھرتے، درد اور خوف محسوس کرتے جیسا کہ انسان کی فطرت ہے ۔ روح القدس ایک فرشتہ ہے، اور خدا صرف اللہ ہے ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ انسان اور فرشتے میں حلول ہوگیا ،تاکہ عقیدہ تثلیث کو تقویت ملے یہ بالکل ناممکن ہے ۔

جیسا کہ پہلے باب میں انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب لکھا ہے کہ ان کے باپ یوسف تھے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان تھے نہ کہ اللہ۔

ایک کاتب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ نے سچ فرمایا صرف ایک اللہ ہے اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے مانا اور کہا کہ تم اللہ کے ملک سے دور نہیں ہو۔(مرقس ۱۲:۲۹)

کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مانا کہ اللہ ایک ہے اور یہی تمام پیغمبروں کا فرمان تھا کبھی بھی کسی رسول نے عقیدہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں گئے اور اللہ کے داہنے ہاتھ بیٹھے۔(مرقس ۱۶:۱۹)

اس کا مطلب ہے کہ یہاں دو شخصیات الگ الگ ہیں۔یعنی Two in One نہیں ہیں۔

حضرت مریم نے بچے کو جانوروں کے باڑے میں لٹا دیا۔(لوقا ۲:۷)

کیا یہاں ایک الگ شخص کو نہیں لٹایا گیا؟ خدا کیسے باڑے میں آ گیا؟۔اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو پھر اصلی خدا کہاں گیا؟ عقیدہ تثلیث کس طرح ثابت ہوا؟۔

پطرس(Peter) نے عیسیٰ علیہ السلام کو بطور شناخت جواب دیا Christ of God یعنی اللہ کا یسوع مسیح۔(لوقا ۹:۲۰)

مسیح ایک یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے تیل ڈالنا سر پر ،یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضرت کے سر پر تیل بھی ملا گیا اور وہ خدا بھی ہے، خدا تو ان چیزوں سے بے نیاز ہے۔

(7) اللہ کا شکر ادا کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی بار اللہ تعالی کا شکر ادا کیا، جو کہ انجیلوں میں جگہ جگہ لکھا ہوا ہے۔

کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اللہ ایک الگ شان والا ہے ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیغمبر ہیں،کیا اس سے عقیدہ تثلیث کی نفی نہیں ہوتی ؟۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ بہت اچھے ہیں، تو جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی اچھا نہیں مگر صرف خدا ۔(لوقا۱۸:۱۹)

اب عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان کہ:"صرف خدا اچھا ہے" کیا ثابت کرتا ہے؟ کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ خدا کے برابر ہے؟نہیں بالکل نہیں۔ یہاں عقیدہ تثلیث کا کیا بنا؟۔

پال نے لکھا ہے کہ خدا جس نے دنیا بنائی اور سب چیزیں اس میں رکھیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔(Acts of Aposites (Acts 17:24

اب دیکھیں کہ دنیا اور آسمان کس نے بنائے؟ اور یہ چیزیں خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لاکھوں سال پہلے بنائیں۔ اگر خدا تینوں کے مجموعہ کا نام ہے تو اس وقت نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور نہ روح القدس تھے۔اللہ صرف ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

روح القدس

یعنی جبرائیل عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بہت پہلے موجود تھے، پرانی بائبل (توریت وغیرہ) تو روح القدس کو خدانہیں کہتی اس میں کسی جگہ بھی روح القدس کو خدانہیں کہا گیا، پھر یہ کیسے ہوا کہ روح القدس خدا بن گیا،یہ تو فرشتہ ہے مگر کلیسا اور پادری صاحبان نے اسے خدا کا درجہ دے دیا۔

عقیدہ تثلیث اگر اتنا ہی ضروری تھا تو کسی بھی نئی یا پرانی بائبل میں کیوں نہ لکھا گیا، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعظ میں بتایا ہوتا۔غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یا بعد دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے کسی نے بھی یہ تعلیم نہیں دی کہ خدا ایک نہیں، تین ہیں یا تین میں ایک ۔ یہ بہت ہی بعد کی گھڑی ہوئی کہانی ہے اس کا الہامی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(8) اگر خدا تین کا مجموعہ ہے تو یہ ایک طرح کی تین خداؤں کی کمیٹی یا مجلس ہوئی،اور کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے مشورہ ہوتا پھر ووٹنگ ہوتی، تو خدائی ووٹ

بیٹے اور روح القدس کے برابر ہے یا بڑا ہے؟ پھر اگر تینوں کی رائے مختلف ہوئی تو دنیا کا نظام کیسے چلتا ۔ صاف ظاہر ہے کہ تین میں ایک، او رایک میں تین والی منطق میں کوئی وزن نہیں ہے، اصل میں تثلیث کے معمہ کو حل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

اگر کہا جائے کہ تین میں ایک ہے تو کیا تین ہے اور کیا چیز ایک ہے؟، کیسے تین خدا ال کر ایک خدا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ شرک ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جیب میں تین عدد قلم ہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ تین قلم ایک ہیں، یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ تین آدمی ایک کار میں ہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ تین آدمی ایک آدمی ہیں۔ اصل عیسائی حضرات یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تین خدا ایک خدا میں ہیں تو پھر چار بنے، مگر اصل کہہ رہے ہیں کہ تینوں میں سے ایک خدا ہے یعنی There in One and one in three۔

(9) کلیساؤں کے علماء یہ مانتے ہیں کہ عقیدہ تثلیث کو سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں لیکن اس پر ایمان لانا ضروری ہے کوئی سمجھے نہ سمجھے ۔ فقط ایسا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ مگر سوال مت پوچھو ورنہ ہر طرح کی الجھن میں پڑ جاؤ گے۔ مگر جوں جوں زمانہ گذرا اور سائنس نے ترقی کی، اس طرح کے سوال اٹھائے گئے، اور پوری عیسائیت ان سوالات کا تسلی بخش جواب دینے سے معذور ہے، اگر عقیدہ تثلیث نا قابل فہم ہے تو ضرور اس میں کوئی خرابی ہے ۔ اگر ایسا ہی ہے تو اہل کلیسا کی کونسل نے اس کو کس مصلحت کے تحت ایجاد کر کے عقیدہ کا حصہ قرار دیا جس کو وہ بعد میں سمجھا بھی نہ سکے ۔

(10) یہی وجہ ہے کہ عیسائیت زوال پذیر ہے اور موجودہ پڑھے لکھے لوگ کم ہی مذہبی ہیں، چرچ بھی خالی پڑے ہیں اور عام آدمی مذہب پر یقین نہیں رکھتا، حکومت سیکولر نظام کے تحت چل رہی ہے اور چرچ کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے ۔

اب دیکھیں کہ پال خدا کے متعلق کیا کہتا ہے۔

خدا نہایت طاقتور اور رحم والا ہے، جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، لافانی ہے، آقاؤں کا آقا ہے۔ TIMOTHY (۱۵:۶) اور (۱۶:۶)

یہاں دیکھیں کہ پال نے بھی عقیدہ تثلیث کا ذکر نہیں کیا بلکہ خدا کی وحدانیت کا ہی ذکر کیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے لافانی کا ذکر کیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بائبل کے مطابق تین دن کے لیے فوت ہوئے ہیں اس لئے لافانی نہیں ہو سکتے۔

اصل میں عقیدہ تثلیث اس کونسل کی ایجاد ہے جو 325ء میں نیقیہ (NICAEA) کے مقام پر منعقد کی گئی تھی اور اس وقت کے حکمران قسطنطین اعظم کے ایماء پر اکٹھی ہوئی تھی کیونکہ یہ بادشاہ چاہتا تھا کہ آپس کے جھگڑے ختم کر کے سب کو ایک مذہب عیسائیت پر اکٹھا کیا جائے۔ اس کونسل نے پہلی بار عقیدہ تثلیث کو مذہب کا بنیادی عقیدہ تسلیم کیا اور اس کے منکر کو عیسائی مذہب سے خارج قرار دیا۔ بادشاہ وقت نے عیسائیت کو ملک کا قانونی مذہب قرار دیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر سے ترقی دے کر خدا بنا دیا۔ اس کونسل کے جن ممبران نے عقیدہ تثلیث سے انکار کیا ان کو کونسل سے باہر نکال دیا۔ اس طرح عقیدہ تثلیث بزور شمشیر لوگوں پر ٹھونسا گیا۔ دھونس اور دھمکیوں کے ذریعے ووٹ حاصل کیے گئے کہ خدا تین میں ایک ہے، اور ایک میں تین ہے۔

یہ طریقہ کار دونوں قسم کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا، یعنی جو لوگ مشرک تھے ان کے لیے خدا تین ہیں، اور توحید پرستوں کے لیے خدا ایک ہے، یعنی خدا کو اگر ایک مانتا ہے تو بھی ٹھیک ہے، اور خدا کو تین مانو تو بھی ٹھیک ہے۔ اس پہیلی کو آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی عقیدہ تثلیث کی کوئی تعلیم نہیں دی۔ کسی بھی نئی یا پرانی انجیل میں یہ عقیدہ موجود نہیں ہے۔

بلکہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے عقیدہ تثلیث چرچ کونسل کی ایجاد ہے اور اس وقت کے بادشاہ قسطنطین اعظم نے زبردستی لوگوں پر مسلط کیا، یہ خداوند کریم پر، روح القدس پر اور عیسیٰ علیہ السلام پر تین طرح کا بہتان ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ کو خدا کا ۱/۳ حصہ کردیا، روح القدس کو ترقی دے کر فرشتہ سے خدا بنادیا اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسولوں کے درجہ سے ترقی دے کر خدا بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بطور معجزہ پیدائش سے ان کا خدا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ۔شہد کی مکھی کو لے لیں ملکہ مکھی انڈے دیتی ہے اور اس سے نرمکھیاں پیدا ہوتی ہیں حالانکہ ملکہ مکھی کے ساتھ کسی بھی نرمکھی کا ملاپ سائنس سے ثابت نہیں ہے۔جب نر سے ملاپ کے بغیر توالد و تناسل کا سلسلہ عام حیوانات میں جاری ہے تو کیا اللہ تعالیٰ بطور معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا نہیں کرسکتا؟۔ آدم اور حوا علیہما السلام کی مثال آپ کے سامنے ہے دونوں کے نہ کوئی ماں تھی نہ باپ۔

باب سوم

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے؟

(1) عیسائیت کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔درج ذیل بائبل کی آیات میں دیکھیں کیا لکھا ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان کی طرح پیدا ہوئے یہ الگ بات ہے کہ بن باپ کے پیدا ہوئے یہ ایک معجزہ تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام داؤد کے بیٹے ہیں۔(متی ۱:۱)

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے بھی ہوں اور داؤد کے بیٹے بھی ۔ یعنی کسی بھی انسان کے دو باپ نہیں ہوسکتے، اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو داؤد کے بیٹے ہیں اور نہ ہی اللہ کے, آپ صرف حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام بطور بادشاہ یہودیوں کے پیدا ہوئے ۔(متی۲:۲)

انسان کی خصوصیات،جوانی، بڑھاپا اور موت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہیں۔ اللہ الگ ہے،حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ ہیں۔

یوحنا نے عیسیٰ علیہ السلام کو دریائے اردن میں بپتسمہ دیا تاکہ ان کے پیدائشی گناہ (Original Sins) دھل جائیں۔(متی ۳:۱۶)

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گنہگار پیدا ہوئے ہوں، اور پھر اللہ کے بیٹے بھی ہوں، اور پیغمبر بھی، پیغمبر گناہ گار نہیں ہوتے بلکہ معصوم ہوتے ہیں ۔

جو انسان صلح پسند اور امن پسند ہیں اور مقدس اور خوش نصیب ہیں وہ اللہ کے بچے یا بندے کہلائیں گے۔(متی ۵:۹)

اب جب بائبل کہہ رہی ہے کہ سارے صلح پسند اللہ کے بندے یا بیٹے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اکیلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ کے بیٹے ہوں، اور باقی انسان اللہ کے بندے یا بیٹے نہ کہلائیں، اگر عیسائی حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ صرف تمثیلی طور پر بولا جاتا ہے تو واضح رہے کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مخصوص طور پر کیوں بولا گیا ہے اور باقیوں کے لیے کیوں نہیں؟

(2) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس باپ کی حمد کرو جو آسمانوں میں ہے ۔(متی ۵:۱۶)

یہاں ظاہر ہے کہ سب کا باپ اللہ ہی ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑے مجمع کو خطاب کرر ہے تھے یہاں باپ کا لفظ تمثیلی طور پر کہا گیا ہے، اللہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں ہے بلکہ ہر انسان کا باپ ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ اور بیٹے کا ذکر ہوا ہے وہ صرف تمثیلی ذکر ہوا ہے نہ کہ اصلی، اس طرح جگہ جگہ بائبل میں باپ اور بیٹے کا ذکر ملے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑے مجمع کو وعظ اور نصیحت فرما رہے ہیں کہ باپ جو آسمانوں میں ہے بے عیب ہے۔(متی ۵:۴۸)

یعنی خداوند کریم بے عیب ہے، یہاں بھی تمثیلی طور پر خدا کو باپ کہا گیا ہے اور دیکھا جائے تو خداوند کریم سب انسانوں کے باپ نہیں، پالنے والے ہیں، رحم کرنے والے ہیں، روزی رساں ہیں وغیرہ وغیرہ ،اس طرح سب انسانون کے باپ ہیں نہ کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم خیرات خفیہ طور پر دیتے ہو باپ تمہیں کھلے عام دیتا ہے۔(متی ۶:۴)

یہاں بھی باپ کا لفظ تمثیلی طور پر خدا کے لیے استعمال کیا گیا ہے ۔ اللہ تعالی سب انسانوں کا باپ ہے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں۔

اس باپ کی عبادت کرو جو مخفی ہے پوشیدہ ہے۔(متی ٦:٦)

یہاں بھی ایک مجمع کو خطبہ دے رہے تھے کہ اس باپ کی عبادت کرو جو نظر نہیں آتا اور وہ آپ کو کھلے عام انعامات سے نوازے گا، یہاں بھی لفظ باپ اللہ تعالی کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ وہی ہر انسان کو انعامات سے نوازتا ہے یہاں باپ سب کے لیے استعمال ہوا ہے،اکیلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے استعمال نہیں ہوا، اگر اللہ سب جہاں کا باپ یعنی خدا ہے تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اس کا بیٹا تصور کیا جائے؟

(3) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا باپ تمہاری ساری ضروریات کو جانتا ہے اس سے پہلے کہ تم اس سے طلب کرو ۔(متی ٦:٨)

یہاں باپ کا کیا مطلب ہے؟ یعنی ان سب لوگوں کا باپ جن کو عیسیٰ علیہ السلام نصیحت کررہے ہیں ظاہر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ انسانوں کے مجمع کو ہی وعظ کیا کرتے تھے۔ یہاں بھی خدا کو باپ تمثیلی طور پر فرمایا گیا ہے، یہ لفظ انجیلوں میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے، اس لفظ کو (جو خالصتاً تمثیلی یا مجازی ہے) عیسائیت میں کیوں قبول نہیں کیا جارہا ہے ،جب یہ لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بولا جاتا ہے تو فوراً کہا جاتا ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، مگر جب انسان کے لیے بولا جاتا ہے تو وہ بیٹا نہیں ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے بعد ہمارے باپ کی عبادت کرو جو کہ آسمانوں میں ہے۔(متی ٦:٩)

یہاں لفظ باپ پھر خدا کے لیے مجازی طور پر استعمال ہوا ہے نہ کہ حقیقی معنیٰ میں

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا آسمانی باپ تمہیں معاف کر دے گا۔

(متی ۶:۱۴) اور (متی ۷:۲۱)

یہاں بھی عام انسانوں کو ہی نصیحت فرما رہے ہیں کہ تمہارا باپ (یعنی مجازی باپ) تمہیں معاف کر دے گا، یہاں پھر یہ فرمایا کہ میرے باپ کی مرضی جو کہ آسمانوں پر ہے۔

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ لفظ باپ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ خدا کے لیے ہے، اب انسان کھلے ہوئے ذہن سے سوچے کہ کیا واقعی خدا تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا زیادہ بہتر ہے یا بیٹا نہ کہنا۔ بائبل میں جہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ باپ استعمال کیا ہے وہ صرف تمثیلی یا مجازی تھا، اللہ تعالیٰ کی شان تو لم یلد و لم یولد ہے۔

جگہ جگہ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں انسان کا بیٹا ہوں۔ (متی ۹:۶)، (متی ۱۳:۸)، (متی ۱۳:۴۱)

اب آپ ہی بتائیں کہ جب حضرت خود فرما رہے ہیں کہ میں انسان کا بیٹا ہوں، تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ انسان کے بیٹے بھی ہوں اور خداوند کریم کے بیٹے بھی؟۔ کیا کسی انسان کے دو باپ ہو سکتے ہیں؟ یہ بھی ایک پہیلی ہے جس کو کوئی حل نہیں کر سکتا۔

(4) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی کسی وعظ یا نصیحت میں اپنے آپ کو خدا کا بیٹا نہیں کہا۔

جیسا کہ کہا کہ: باپ آسمانوں میں اس کا۔ (متی ۷:۲۱)

یہ ہرگز ثابت نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ انجیلوں میں جگہ جگہ درج ہے کہ خدا سب انسانوں کا باپ ہے اور خاص کر امن پسند انسانوں کا۔ انجیلوں میں کسی ایک جگہ بھی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حقیقی بیٹے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی بار فرمایا کہ: وہ انسان کے بیٹے ہیں، مگر ان کے ماننے والوں نے کہا کہ نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اس بات کی کیوں تاکید کی وہ خدا کے بیٹے نہیں بلکہ عام انسان کی طرح انسان کے بیٹے ہیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں انہیں خدا کا بیٹا تصور نہ کریں، مگر کسی نے نہ مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ترقی دے کر خدا کا بیٹا بنا دیا، پھر ایک اور ترقی دے کر ان کو صرف اکیلا ہی خدا قرار دیا۔ پھر ایک اور ترقی دے کر عقیدہ تثلیث میں فٹ کردیا۔ اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن انسانوں کے اچھے برے اعمال کے فیصلے کریں گے، یہ سب ترقیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ (متی ۱۴: ۲۳)

آپ ہی سوچیں کہ اگر خدا تھے تو کس کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت کر رہے ہیں اور اس کی کر رہے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کا بنانے والا اور چلانے والا ہے۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''کوئی اچھا نہیں مگر خدا'' (متی ۱۹: ۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اتنے اچھے نہیں جتنا اچھا خدا ہے، بلکہ اپنے آپ کو اچھا کہلانے سے بھی انکاری ہوئے لیکن عیسائیوں نے کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا درجہ دے دیا بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ کلیسا کے اندر بجائے خدا سے معافی مانگنے کے عیسیٰ علیہ السلام سے معافی مانگتے ہیں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں تو ان کو اللہ کے برابر طاقتور ہونا چاہیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قید کیا گیا، ہر طرح سے ان کی بے عزتی کی گئی، مارا پیٹا گیا، صلیب پر چڑھایا گیا، وہ اپنے آپ کسی تکلیف سے نہ بچا سکے، اور نہ ہی ان کے ماننے والے بچانے کے لیے آگے آئے۔ انجیلیں یہ ظاہر کررہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نہایت ہی کمزور انسان تھے، بلکہ جولوگ ان کو مار پیٹ رہے تھے اور تمسخر اڑا رہے تھے انہوں نے کہا کہ ''اگر تم خدا کے بیٹے ہو تو صلیب سے نیچے اتر کر دکھاؤ'' اس چیلنج کا کیا جواب ہے؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی خدا کے بیٹے تھے اور اتنے کمزور تھے کہ ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر تھے تو چلائے کہ اے خدا: اے خدا: مجھے کیوں چھوڑ دیا۔(متی ۲۷:۴۶)

اب یہاں دیکھیں کہ یہاں صرف خدا کہہ کر پکار رہے ہیں نہ کہ باپ کہہ کر، اگر واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ ہوتا تو اس نازک موقع پر باپ کہہ کر پکارتے، یعنی پکارتے خدا ہی کو مگر باپ کہہ کر پکارتے، کیونکہ انسان کے منہ سے مشکل وقت میں قدرتی طور پر یہی نکلتا ہے'' ہائے ابا، یا ہائے امی''۔

(6) خدا تو زندہ جاوید ہستی ہے کبھی موت نہیں آتی۔(متی ۲۷:۵۰)

مگر انجیلوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر ہوئی، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ جاوید ہستی ہوتے اور صلیب پر جان نہ دیتے۔

خدا تو نہ سوتا ہے، نہ ہی روتا ہے، نہ کھانا کھاتا ہے، نہ ہی خدا کو کسی چیز کا ڈر یا خوف ہے۔(مرقس ۱۴:۳۴)، (مرقس ۱۴:۳)، (یوحنا ۱۱:۳۵) اور لوقا (۲۴:۴۲)

مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام غمگین بھی ہوتے تھے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالی سے مختلف تھے۔ یہ ساری خصلتیں انسان میں پائی جاتی ہیں نہ کہ خدا یا اس کے بیٹے میں۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ خدا کی ذات انسانوں سے بالکل ہی مختلف ہے۔ انسان کا ایک خاندان ہوتا ہے، جس میں اس کے بہن، بھائی، بیٹے، بیٹیاں اور دوسرے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں خدا کے ہاں ایسی کوئی چیز نہیں، نہ اللہ تعالی کو کسی نے جنا ہے اور نہ ہی اللہ تعالی نے کسی کو جنا ہے، خدا سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے باپ داؤد کا تخت دے گا۔ (لوقا۱: ۳۲)

اس عبارت کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام داؤد کے بیٹے ہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بھی بیٹے ہوں ور داؤد کے بھی۔

جب حضرت مریم علیہا السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کو گرجا میں پایا تو والدہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں نے اور تمہارے باپ نے تمہیں غمگین پایا۔ (لوقا۲: ۴۸)

یہاں ''باپ'' کا اشارہ یوسف کی طرف ہے جو کہ انجیلوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف کے بیٹے بھی ہوں اور خدا کے بیٹے بھی، اور جیسا اوپر لکھا ہے داؤد کے بیٹے بھی۔ اس طرح کے تضادات آپ کو انجیلوں میں بکثرت ملیں گے۔ مگر عیسائی پھر بھی کسی منطق کو نہیں مانتے۔

(7) (متی ۱:۱۔۱۶) اور (متی ۱:۱۶)

ان آیات کو غور سے پڑھا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو شجرہ نسب بنتا ہے وہ انسان پر جا کر ختم ہوتا ہے خدا پر نہیں، شجرہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

شروع ہوتا ہے اور یوسف پر ختم ہوتا ہے جو متی انجیل کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کے خاوند تھے، شجرہ نسب انسان سے شروع ہوکرانسان پر ہی ختم ہوتا ہے اس میں خدا کا کوئی ذکر نہیں ،تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کس طرح ہوئے؟

(لوقا ۳: ۲۳۔۳۷)،(لوقا ۳: ۲۳) اور (لوقا ۳: ۳۸)

اس عبارت کو پڑھیں تو پتہ چلے گا کہ لوقا کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب اس شجرہ نسب سے بالکل مختلف ہے جو متی نے پیش کیا ہے،لوقا کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹے ہیں یوسف(JOSEPH) کے، اور یوسف بیٹے ہیں HELI کے، شجرہ نسب جا کر ختم ہوتا ہے SETH پر جو کہ آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں، اور آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا دکھایا گیا ہے۔ لوقا کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف کے بیٹے ہیں نہ کہ خدا کے۔

اب سوچیں کہ کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے بھی ہیں اور یوسف کے بیٹے بھی، اس پہیلی کو کوئی حل کرسکتا ہے؟

ایک دلچسپ امر قابل غور یہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں تو انجیل متی کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب ۴۱ ویں پشت پر ختم ہوتا ہے اور انجیل لوقا کے مطابق شجرہ نسب ۷۶ ویں پشت ختم ہوتا ہے،یہ دونوں شجرہ نسب خالص انسانی ہیں اور خدا ان میں کہیں بھی نہیں آ رہا ہے،اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں تو صرف ایک فقرہ میں شجرہ نسب ختم ہو جانا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اتنے لمبے چوڑے شجرہ نسب کی کیا ضرورت ہے؟ کیا یہ دونوں انجیلیں ثابت نہیں کررہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔

(8) لوقا کے شجرہ ونسب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف کے

بیٹے ہیں نہ کہ خدا کے بیٹے۔(لوقا ۳:۲۳) اور لوقا ہی کے مطابق آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔(لوقا۳:۳۸)

نہ تو لوقا کے شجرہ نسب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور نہ ہی متی کے شجرہ نسب سے، صرف ان کے حساب سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ لوقا میں ہے کہ صرف خدا کے بیٹے آدم علیہ السلام ہیں۔

عیسائی حضرات یہ ثابت کرنے سے قاصر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون ہے، کہیں ابراہیم کے بیٹے ، کہیں یوسف کے، اور کہیں خدا ظاہر کیا گیا ہے ،اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور معجزہ بغیر باپ کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے۔

روح القدس جب حضرت مریم علیہا السلام کے پاس ظاہر ہوئے اور کہا کہ تمہیں خوشخبری دینے آیا ہوں اور اللہ کی طاقت کے آگے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے،ایک جگہ فرمایا کہ تمہیں بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں، حضرت مریم نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا ،روح القدس نے فرمایا: اللہ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔(لوقا ۱:۳۵)،(لوقا ۱ ۳۴) اور (لوقا ۱:۳۷)

اب جبکہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو خواہ مخواہ ان کو انسان کے شجرہ نسب سے جوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

جب پادریوں کی کمیٹی یا مجلس یہ جاننے کی کوشش کررہی تھی کہ واقعی یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ: کیا آپ واقعی خدا کے بیٹے ہیں، تو جواب میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''یہ آپ کہہ ہیں''(لوقا۲۲:۷۰)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ ہاں میں خدا کا بیٹا ہوں بلکہ یہ کہا کہ یہ آپ کہہ رہے ہیں ۔اب دیکھیں دونوں میں کتنا فرق ہے یعنی یہ آپ کہہ رہے ہے

ہیں میں نہیں کہہ رہا ہوں۔

(9) PILATE جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقدمہ سن رہا تھا اس نے پادریوں کے لیڈر سے کہا کہ میں اس انسان میں کوئی غلطی نہیں پاتا۔(لوقا ۲۳:۴)

اب دیکھیں کہ جو مقدمہ کا فیصلہ کرنے والا جج ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف اتنا کہتا ہے کہ میں اس انسان میں کوئی غلطی نہیں پاتا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسان کہا، نہ خدا کہا اور نا خدا کا بیٹا کہا۔

جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت ہوئے تو Centurion نے کہا یہ صحیح اور ٹھیک آدمی تھا۔(لوقا ۲۳:۴۷)

اس نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ خدا کہا نہ خدا کا بیٹا کہا۔

انجیلوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور فوت ہوئے پھر زندہ ہوگئے۔(لوقا ۲۴:۵)

زندگی، موت اور دوبارہ زندگی صرف انسانوں کے لیے ہے نہ کہ خدا کے لیے۔ اس لیے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندگی موت اور دوبارہ زندگی کے تجربہ سے دوچار ہوئے تو پھر خدا یا خدا کے بیٹے کیسے ہوسکتے ہیں۔

کسی انسان نے کبھی بھی خدا کو نہیں دیکھا۔(یوحنا ۱:۱۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہزاروں انسانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے ہوتے تو انسانوں کو کس طرح نظر آتے، اس لیے نہ تو وہ خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے تھے، بلکہ انسان اور اللہ کے بھیجے ہوئے برگزیدہ پیغمبر تھے۔

فلپ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف کے لڑکے ہیں۔(یوحنا ۱:۴۵)

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف کے لڑکے بھی ہوں اور خدا کے بیٹے بھی، ناممکن چیز کو کلیسا نے کیسے ممکن بنا دیا ہے؟

(10) حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اور صرف اکیلے خدا کے بیٹے ہیں۔

(یوحنا ۳:۱۸) لوقا میں ہے کہ آدم خدا کے بیٹے ہیں۔(لوقا ۳:۳۸)

اب آپ ہی بتائیں کہ کس انجیل کو مانا جائے اور کس کو غلط کہا جائے۔

خداوند تعالیٰ کا نہ کوئی بدن ہے اور نہ ہی خون۔(یوحنا ۶:۵۴)

مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ دونوں چیزیں موجود تھیں۔ اس لیے خدا اور عیسیٰ علیہ السلام دو مختلف چیزیں ہیں نہ عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خدا سچا ایک ہی ہے جس نے مجھے بھیجا'' (یوحنا ۱۷:۳)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تاکید سے کہا کہ مجھے سچے خدا نے بھیجا ہے۔ صاف الفاظ میں فرمایا کہ: خدا سچا ایک ہے جس نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، مگر پادریوں کی کونسل نے ایک الگ کہانی بیان کر رہی ہے۔

پال نے کئی دفعہ بیٹے کا لفظ استعمال کیا ہے۔(رومن ۸:۱۴)

یعنی تمثیلی طور پر ،اور کہا کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانتا ہے وہ خدا کا بیٹا ہے، اس کا مطلب کیا ہے جو کوئی بھی احکام الٰہی کو مانتا ہے وہ خدا کا بیٹا ہے، اب اگر بیٹے کو تمثیلی بیٹا مانا جائے تو بات صحیح بنتی ہے اور اگر اصلی بیٹا مراد لیا جائے تو ساری بات غلط ہو جاتی ہے۔

(11) آئیں اب دیکھیں خدا اپنے آپ کو عہد نامہ قدیم یعنی پرانی انجیل میں کیا کہتا ہے؟

میں ہوں خدا جس کا کوئی ثانی نہیں اور نہ ہی میری طرح کا کوئی اور ہے۔

(ISAIAH ۹:۴۶)

اس کا مطلب ظاہر ہے ایک ہے اور لاثانی ہے اور اس جیسا اور کوئی نہیں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی خدا ہو سکتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ میں خدا ہوں اکیلا ہوں نہ دوسرا کوئی خدا ہے اور نہ ہی کوئی خدا کا بیٹا ہے، عبارتوں سے صاف ظاہر ہے مگر کوئی نہ مانے تو اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟

کس کو آپ خدا کے برابر تصور کر سکتے ہو؟ اس کی کس طرح شبیہ بھی تصور میں لا سکتے ہو۔ (ISAIAH ۱۸:۴۰)

یہ بات ان لوگوں کے لیے ایک سبق کا درجہ رکھتی ہے جو خدا کو معمولی خیال کرتے ہیں۔

خدا نے کہا: کون ہے جو میرے جیسا ہو، اور کون ہے جو میرے برابر ہو سکتا ہے۔ (ISAIAH ۵:۴۰)

یہاں اللہ تعالیٰ خود کہہ رہے ہیں کہ نہ کوئی میرے برابر ہے اور نہ کوئی مجھ جیسا ہے۔

کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (عقیدہ تثلیث کے مطابق) خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔

عہد نامہ قدیم یعنی پرانی انجیل کئی جگہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر زور دے رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل کلیسا پرانی انجیل کو پسند نہیں کرتے کیوں کہ اس سے عقیدہ تثلیث پر ضرب کاری پڑتی ہے، مگر پرانی انجیل میں بھی خدا کے بیٹے کا ذکر ملے گا، مثلاً

خدا نے سلیمان سے فرمایا کہ میں نے تمھیں اپنا بیٹا چن لیا ہے اور میں تمہارا باپ ہوں۔ (Chronicles ۶:۲۸)

تم سب خدا کے بندے ہو یا بچے ہو۔(Deutronomy ۱:۱۴)

خدا نے داوٗد سے کہا وہ اس کا باپ ہے اور داوٗد خدا کے بیٹے ہیں۔

(۱۴۔2SAMULE)

ISAIAH نے خدا سے کہا کہ بخشنے والے تم ہمارے خدا ہو۔

(۱۶:۶۳ ISAIAH)

یہ نام ''خدا کے بیٹے'' کوئی نئی چیز نہیں ہے، اکثر پرانی اور نئی انجیلوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔اس کو ہمیشہ تمثیلی معنیٰ میں لیا گیا ہے۔

(12) خدا نے فرمایا کہ کوئی بھی انسان میرا منہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ کوئی بھی خدا کو دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا، خدا نظر آنے والی چیز نہیں۔(EXODUS ۳۳:۲۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہر ایک انسان کو نظر آ رہے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے بھی ہوں اور نظر بھی آ ئیں۔

اسرائیل میرا بیٹا ہے بلکہ پہلا بیٹا ہے۔(EXODUS ۴:۲۲)

یہاں بھی بیٹا تمثیلی طور پر کہا گیا ہے اصلی بیٹا مراد نہیں ہے۔

خد اتعالیٰ نے فرمایا کہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور ابراہیم میرا پہلا بیٹا ہے۔(JEREMIA ۳۱:۹)

لارڈ نے مجھے کہا کہ تم میرے بیٹے ہو اور آج میں نے تمہیں جنا ہے۔

(PESALMS ۲:۷)

پرانی انجیل ہو یا نئی سب میں بیٹے کا ذکر بطور تمثیل کیا گیا ہے کہیں بھی اصلی بیٹا مراد نہیں ہے۔ بائیبل میں جگہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو انسان یا انسان کا بیٹا کہا اور کہا کہ: اللہ ہی کے آگے سر جھکانے والا ہوں۔ اور یہ کبھی نہیں کہا کہ

میں خدا ہوں یہ سب باتیں کلیساؤں اور پادریوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم اور اماں حوا علیہما السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کیوں پیدا نہیں کر سکتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزے دیئے گئے اسی طرح کے معجزے دوسرے پیغمبروں کو بھی دیئے گئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بھی کوئی معجزہ دکھاتے تو اس سے پہلے خدا سے ہی مدد مانگتے۔ اسی کی طرف رجوع کرتے دعا کے لیے خدا کی طرف ہاتھ اٹھاتے اور گڑگڑاتے ہوئے دعائیں کرتے۔ اور یہی کہتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اللہ ہی کی مدد سے کر رہا ہوں۔

باب چہارم

اصلی گناہ کی دروغ گوئی

(1) اس عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تھا، تو ان کو ہر طرح سے آزاد رکھا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جہاں سے جو چاہو کھاؤ مگر ایک خاص درخت کے نزدیک نہ جانا، نہ ہی اس کا پھل کھانا۔ اب آدم علیہ السلام کو شیطان نے بہکایا اور جس درخت کے نزدیک جانے سے بھی اللہ نے منع کیا تھا اسی کا پھل کھا لیا اور ایک گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے، اسی گناہ کو عیسائی ''اصلی گناہ'' کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا گناہ بے حد سنگین تھا اس کے دو اثرات مرتب ہوئے۔ ایک یہ کہ اس گناہ کی سزا میں حضرت آدم علیہ السلام دائمی عذاب یا موت میں مبتلا ہوئے۔ کیونکہ بائبل کے مطابق خدا نے ممنوع شجر دکھا کر کہہ دیا تھا کہ جس دن تو نے اس سے کھایا تو مرا (Genesis ۲:۱۷)

عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے گناہ کیا یا خدا کی حکم عدولی کی تو ان کی قوت ارادی بھی ختم ہوگئی، لہذا اب ان کو نیک کام کرنے کی آزادی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک وہ گناہ سے آزاد ہوکر نیک کام کرنا شروع نہ کردیں، اب وہ گناہ کرنے کے لیے تو آزاد ہیں مگر نیکی کے لیے آزاد نہیں ہیں۔

اب دیکھیں کہ خدا نے ایک گناہ کی سزا میں انسان کو دوسرے گناہوں میں کیوں مبتلا کردیا، گناہ کے بعد حضرت آدم اور حوا کی قوت ارادی ختم ہوگئی، اور وہ نیکی کے لیے آزاد نہ تھے مگر گناہ کے لیے آزاد تھے، اس کا مطلب ہے کہ ان کی سرشت میں گناہ کا عنصر شامل ہوگیا، یا یہ کہیں کہ ان کا گناہ ان کی فطرت اور طبیعت میں شامل ہوگیا اس کو

عیسائی حضرات اصلی گناہ یا (Original sin) کہتے ہیں۔

اب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے بعد جتنے انسان پیدا ہوئے یا ہوں گے وہ سب چونکہ انہی کے صلب یا پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اس لیے یہ اصلی گناہ تمام انسانوں میں منتقل ہوگیا، گویا اب دنیا میں جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے گناہ گار ہی پیدا ہوتا ہے اس لیے کہ اصلی گناہ اس کے ماں باپ کی طبیعت میں شامل ہوگیا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر گناہ ماں باپ نے کیا تو یہ اولاد میں کیسے داخل ہوگیا، کیا یہ کوئی متعدی بیماری یا AIDS ہے جو کہ ماں باپ سے ورثہ میں ملا ہے۔

(2) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گناہ تو ماں باپ نے کیا تو اولاد کس طرح گنہگار پیدا ہوئی؟ فرقہ پروٹسٹنٹ کے مشہور لیڈر جان کالون لکھتے ہیں ''جب کہا جاتا ہے کہ ہم آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے خدائی سزا کے مستحق ہوگئے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم معصوم تھے اور آدم کا جرم ہم پر خواہ مخواہ ٹھونس دیا گیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام سے صرف سزا وراثت میں نہیں پائی، بلکہ گناہ ہم میں بطور ایک وبائی مرض جاگزیں ہے جو آدم سے ہم کو لگا ہے اور ہم پوری طرح سزا کے مستحق ہیں۔

اسی لیے بچے بھی ماں کے پیٹ سے گنہگار ہی پیدا ہوتے ہیں، ساتھ ہی کہا جاتا ہے کہ اصلی گناہ سب گناہوں کی جڑ ہے اس طرح انسان آزاد قوت ارادی سے محروم ہوگئے اور گناہ پر گناہ کرتے گئے، انسان اس گناہ سے کس طرح چھٹکارا پاسکتا ہے کہ خدا ہی اس پر رحم کرے اور معاف کردے۔ مگر عیسائی علماء کہتے ہیں کہ اگر اللہ معاف کرے گا تو اپنے ہی قانون کی خلاف ورزی ہے، کتاب پیدائش میں ہے اصلی گناہ کی سزا موت ہے، اگر اللہ موت دیئے بغیر انسان کو معاف کردے تو یہ اللہ کے قانون کے خلاف ہے۔ اب عیسائی علماء کا کہنا ہے کہ خدا بندوں کو اس حالت زار میں نہیں چھوڑ سکتا اس لیے خدا نے

ایسی ترکیب نکالی جس سے بندوں پر رحم بھی ہو جائے اور قانون قدرت بھی نہ ٹوٹے، پس یہ اس طرح ہے کہ بندہ ایک مرتبہ سزا کے طور پر مرے اور پھر دوبارہ زندہ ہوتا کہ مرنے سے پہلے اصلی گناہ کی وجہ سے ان کی جو آزاد قوتِ ارادی ختم ہوگئی تھی وہ دوسری زندگی میں اسے دوبارہ حاصل ہو جائے اور پھر نیکیاں کر سکے، لیکن تمام انسانوں کو دنیا میں ایک مرتبہ موت دے کر دوبارہ زندہ کرنا بھی قانون فطرت کے خلاف ہے اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسا شخص تمام انسانوں کے گناہوں کے اس بوجھ کو اٹھا لے جو خود اصلی گناہ سے معصوم ہو۔ خدا اسے موت دے کر دوبارزندہ کردے اور یہ سزا تمام انسانوں کے لیے کافی ہو جائے، اور اس کے بعد تمام انسان آزاد ہو جائیں، اس عظیم مقصد کے لیے خدا نے خود اپنے بیٹے کو جنا اور اس کو انسانی جسم میں دنیا کے اندر بھیجا، اس نے قربانی پیش کی کہ خود سولی پر چڑھ گیا اور مرگیا، اس طرح اس کی موت تمام انسانوں کی طرف سے کفارہ ہوگئی اس قربانی کی وجہ سے تمام انسانوں کے گناہ معاف ہوگئے بلکہ اصلی گناہ کی وجہ سے جتنے بھی گناہ کیے تھے وہ بھی معاف ہوگئے۔

(3) ان کا اشارہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جو ان کے نزدیک سولی پر چڑھے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی بیٹا تین دن کے بعد دوبارہ زندہ ہوگیا، اس طرح تمام انسانوں کو نئی زندگی مل گئی، اوراب انسان آزاد قوت ارادی کے مالک ہیں، اگر نیکیاں کریں گے تو اجر پائیں گے گناہ کریں گے تو سزا کے مستحق ہوں گے۔

اب یہاں عیسائی علماء ایک اور منطق پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی صرف اس شخص کے لیے ہے جو یسوع مسیح پر ایمان رکھے، ان کی تعلیمات پر عمل کرے، اور اس ایمان کی علامت بپتسمہ کی رسم ادا کرنا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بپتسمہ لینے والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کفارے پر ایمان رکھتا ہے، اس لیے جو بپتسمہ لے گا

اس کا اصلی گناہ معاف ہوجائے گا اور جو بپتسمہ نہیں لے گا اس کا اصلی گناہ معاف نہیں ہوگا حتیٰ کہ جو بچے بپتسمہ لینے سے پہلے مرگئے ان میں اصلی گناہ برقرار رہا، اصل میں دیکھنا یہ ہوگا کہ آدم علیہ السلام کا گناہ تھا یا نہیں، اگر تھا تو دوسرے پر کیسے منتقل ہوگیا؟۔

خدا کے قانون عدل میں ایک کا گناہ دوسرے پر لادنے کی کہاں گنجائش ہے؟ تورات میں دیکھیں کیا لکھا ہے "جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ ہی باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اسی کے لیے ہوگی، اور شریر کی شرارت شریر کے لیے (حزقیل ۱۸:۲۰ EZEKIEL)

اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے گناہ کا تعلق صرف آدم علیہ السلام سے ہی تھا۔ بنی نوع انسان پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے ۔ اور شیر خوار بچے اپنی پیدائش کے وقت اسی حالت میں ہوتے ہیں جس حالت میں سائنس نے ثابت کیا ہے کہ ایک انسان کے اندر ساٹھ ہزار Geneticcode ہیں تیس ہزار ماں کی طرف سے اور تیس ہزار باپ کی طرف سے ۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کسی بچے کی آنکھیں اگر ماں کی طرح ہیں تو ناک اور کان باپ کی طرح ۔ انگوٹھا اگر باپ کی طرح ہے تو ناخن ماں پر، اس طرح اثرات دونوں سے بچے کو ملے ہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہ بھی بچے پر پڑ گیا، اس کی کوئی منطق نہیں ہے۔

(4) (2 Chronicles_۲۵:۴)

خدا صرف اس انسان کو سزا دے گا جس نے کوئی گناہ کیا ہوگا، نہ کہ اس کے والدین کو جنھوں نے گناہ نہ کیا ہو۔ پرانی انجیل میں لکھا کہ ہر کوئی اپنے ہی گناہ کی سزا بھگتے گا نہ بیٹا باپ کی سزا بھگتے گا نہ ہی باپ بیٹے کی سزا بھگتے گا۔

(EZEKIEL_۱۸:۲۰) میں بھی یہی لکھا ہے اصلی گناہ کا کوئی جواز نہیں۔

پرانی انجیل میں لکھا ہے کہ ہر انسان جو مرتا ہے اس کے گناہ اس کے سر ہیں۔(JEREMIAH_۳۱:۳۰)

عیسائیت کہتی ہے کہ اصلی گناہ کے مطابق ہر انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے، آپ اندازہ لگائیں کہ ایک نومولود بچہ جس کو اچھے برے کی تمیز نہیں کس طرح گنہگار ہو جائے گا؟ عیسائی کہتے ہیں کہ پرانی اور نئی انجیلیں الہامی ہیں، لیکن پرانی انجیل نئی انجیل کی تردید کر رہی ہے، جیسا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

جیسا کہ پرانی انجیل میں ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے نوح علیہ السلام کے وقت میں جو طوفان آیا تھا اس میں جو برے کردار کے لوگ تھے سب کے سب غرق کر دیئے گئے، جس میں نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی شامل تھا، اور جو لوگ اللہ کے پرہیزگار بندے تھے بچا لیے گئے تھے۔(GENESIS_۸:۲۱_۲۲)

اب جب پرانی انجیل کے مطابق طوفان نوح میں سب برے لوگ تباہ کر دیئے گئے اور پرہیزگار سب کے سب بچا لیے گئے اور گنہگاروں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا تو اصلی گناہ کس کے پاس بچا رہا جو قیامت تک انسانوں کے ساتھ چمٹا رہے گا؟ کیا پرانی انجیل اس امر کی تصدیق نہیں کرتی کہ گنہگار سب کے سب تباہ کر دیئے گئے۔ اور نیک لوگ بچا لیے گئے۔

(5) (GENESIS_۳:۳ اور ۳:۱۲)

پیدائش یعنی عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ اصلی گناہ آدم علیہ السلام سے سرزد ہوا مگر اصلی انجیل کہتی ہے کہ گناہ پہلے اماں حوا سے سرزد ہوا کیونکہ آدم علیہ السلام نے کہا کہ یہ اس عورت کا قصور ہے کہ جس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا جو میں نے اس کے دینے کی وجہ سے کھایا۔ اماں حوا نے پلٹ کر اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ اس میں اس کا

کیا قصور مجھے تو سانپ نے پھسلایا اور کہا کہ اس درخت سے پھل کھاؤ، جیسا کہ انجیل میں ہے کہ اللہ تعالی نے سانپ کو یہ سزا دی کہ ساری عمر پیٹ کے بل رینگتا رہے گا، اور اماں حوا کو یہ سزا دی کہ حمل کا بوجھ اٹھائے پھریگی، اور بچہ کی ولادت کے وقت دردزہ برداشت کرے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ سزا ملی کہ بہشت سے نکال دیئے گئے۔

اب دیکھیں کہ اصل گناہ کس سے سرزد ہوا، ظاہر ہے سانپ سے۔ اب اگر اصلی گناہ کا فلسفہ مانا جائے تو اصلی گناہ نسل درنسل سانپ میں منتقل ہونا چاہیے، نہ کہ بنی نوع انسان میں۔ اور گنہگار جو بھی تھا اس کو تو سزا مل گئی، جب گناہ کی سزا مل جائے تو انسان گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سزا بھی مل گئی اور گناہ بھی اپنی جگہ قیامت تک کے لیے موجود ہے، یہ فلسفہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

اگر بفرض محال یہ فلسفہ مان لیا جائے کہ ہر انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے، اس لحاظ سے تو دنیا میں کوئی بھی انسان نیک نہیں ہوسکتا، اس لحاظ سے تو انبیاء علیہم السلام بھی گناہ گار ہی پیدا ہوئے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ کیا اللہ نے نوح علیہ السلام کو نہیں کہا کہ میں تمہیں نیک آدمی سمجھتا ہوں (پیدائش ۔۷:۱) خدا نے نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو طوفان نوح میں غرق ہونے سے بچا لیا کیونکہ وہ سب پرہیزگار تھے، انجیلیں کہتی ہیں کہ سب انسان گنہگار ہیں اور کوئی پرہیزگار نہیں ہے۔ اصلی گناہ کے متعلق یہ تضاد انجیلیوں میں موجود ہے۔ کیا کسی عیسائی عالم کے پاس اس کا جواب موجود ہے؟ ہرگز نہیں ہے۔

(6) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا درخت ایک اچھا پھل دے گا۔ (متی ۔۷:۱۷)

اس کا مطلب ہے نیک لوگ ہمیشہ نیک کام ہی کرتے رہیں گے اور اچھے

برے ہر طرح کے لوگ دنیا میں ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو انسان نیک اور اچھے ہیں ان کو میں کچھ نہیں کہتا مگر جو لوگ گنہگار ہیں ان کو میں کہتا ہوں کہ گناہوں پر پشیمان ہوں اور توبہ کریں۔ یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کہا جب ایک فاریسیز نے آپ سے سوال کیا کہ:
آپ گناہ گاروں کے ساتھ کھانا کیوں کھاتے ہیں۔(متی ۹:۱۳)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انسانوں کو اچھے اور برے دو حصوں میں تقسیم کیا۔

آپ کے اچھے عمل اور برے عمل کا انصاف کیا جائے گا۔(متی ۱۲:۳۷)

اس سے ثابت ہوا کہ جو اچھے عمل کرے گا اس کا پھل اس کے عمل کے مطابق دیا جائے گا، اچھے کام کا اچھا پھل اور برے کام کا برا نتیجہ۔ یہاں پھر اصلی گناہ والی غلط بیانی ثابت ہو رہی ہے، عیسائی ہمیشہ اصلی گناہ پر زور دیتے ہیں مگر اصلی گناہ کا تصور کسی بھی پیغمبر نے پیش نہیں کیا اور نہ ہی کہیں انجیلوں میں موجود ہے۔ یہ چرچ اور پادریوں کا گھڑا ہوا قصہ ہے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت اور عقیدہ کفارہ پر مبنی فرضی کہانی کو مکمل کیا جائے۔ اب یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ بخشش کس چیز سے ممکن ہے، تو پھر اصلی گناہ کی کہانی گھڑی گئی تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہانی مکمل کی جائے، کہ وہ سب انسانوں کے گناہ بخشوانے کے لیے صلیب پر چڑھ گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھا لیا ۔اصلی گناہ اصل میں کوئی چیز نہیں ہے یہ بعد کی گھڑی ہوئی کہانیاں ہیں۔ کسی بھی پیغمبر کی تعلیمات میں اصلی گناہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ گناہ کیونکہ پشت در پشت منتقل نہیں ہوتا، اس لیے اس کہانی کو ختم ہو جانا چاہیے، نہ کہ اس کو عجیب و غریب طریقے سے موڑ توڑ کر پیش کیا جائے۔

(7) (رومن ۵:۱۲)

پال جو کہ عیسائیت کا بانی ہے اصلی گناہ کی کہانی پر اس کو بھی یقین نہیں ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اصلی گناہ ایک آدمی کی وجہ سے دنیا میں داخل ہوا اور موت بھی گناہ کی وجہ سے ہوئی۔ اس لیے موت سب پر واقع ہوئی جس جس نے بھی گناہ کیا۔ بعد میں پال نے کہا کہ ایک انسان کی حکم عدولی کی وجہ سے بہت سارے انسان گنہگار ہوئے اور اگر ایک انسان حکم ماننے والوں میں سے ہو جائے تو سارے انسان پارسا ہو جائیں گے۔

(رومن ۵:۱۹)

پال خود اپنے ہی قول کو غلط کہہ رہا ہے، ایک مقام پر اصلی گناہ کا الزام سب انسانوں کے سر پر تھوپتا ہے اور ایک جگہ بہت سوں پر۔ کیونکہ سب انسان اور کچھ انسان میں فرق ہے، اگر پال جو عیسائیت کا بانی ہے وہ خود متضاد بات کرتا ہے اور اسے اپنے پر اعتبار نہیں ہے تو کس پر اعتبار کیا جائے۔

(رومن ۷:۷۔۹)

ان فقروں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پال اصلی گناہ کے متعلق کیا کہتا ہے۔

پال کہتا ہے ''مجھے گناہ کا کوئی علم نہیں تھا بلکہ قانون سے معلوم ہوا۔ دوسرے فقرہ میں کہتا ہے ''بغیر کسی قانون کے گناہ موت تھا پھر جب حکم آیا تو گناہ کا رواج دوبارہ جاری ہوا، اور میں مر گیا۔'' اب دیکھیں کہ پال کے مطابق گناہ کا رواج نہیں تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ قانون کے آنے سے پہلے نہیں تھا اور گناہ کا آغاز قانون سے ہوا نہ کہ آدم علیہ السلام کی غلطی سے۔ سینٹ پال قانون کو گناہ کا ذمہ دار ٹھیراتا ہے، پال خود اصلی گناہ کو ختم کر دیتا ہے۔

(8) انسان حیران ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا سے جانے کے بعد اتنی جدتیں اور جحتیں کیوں کر پیدا ہوئیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے خدا ایک تھا، پیدائش کے بعد خدا تین میں سے ایک ہوگیا۔ Three in One

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے خدا کا کوئی بیٹا نہیں تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد خدا بیٹے کے باپ بھی ہوگئے، اورخدا کے دو نائب مددگار بھی ہوگئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس سے پہلے انسان کی بخشش یا نجات اللہ کے حکم کے آگے سرخم کر کے اچھے اور نیک کام سے ہی وابستہ تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد نجات عقیدہ صلیب کی وجہ سے ممکن ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے اصلی گناہ کا کوئی عقیدہ نہ تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اصلی گناہ کی کہانی شروع ہوئی اور عیسائی عقیدے کا لازمی حصہ بن گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ کا ایک ہی پیغام تھا۔ جس کو بعد میں انسانوں نے تبدیل کیا، انجیل تورات اورزبور میں آئے دن تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم دیگر انبیاء و رسل کی طرح توحید کی ہی تعلیم ہے جس میں عیسائی حضرات آئے دن تحریف کرتے رہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل کے مطابق فرمایا کہ میں انسان کا بیٹا ہوں لیکن کلیسا اور پادریوں نے ان کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان نیکیاں کر کے ہی نجات حاصل کرسکتا ہے مگر پادریوں نے فرمایا کہ نجات صرف عقیدہ تثلیث، مصلوبیت، عقیدہ کفارہ اور عقیدہ حلول وتجسم پر ہے اس کے بغیر انسان کی نجات نہیں ہوسکتی۔

باب پنجم

عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے

(1) خداوند کریم نے ہر بستی اور ہر شہر میں خاص طور پر اس قوم اور بستی کے لیے پیغمبر بھیجے ۔صرف حضرت محمد ﷺ ہی واحد ایسے پیغمبر ہیں جو پوری انسانیت کے لیے بھیجے گئے ۔اسی لیے قرآن نے انہیں رحمۃ للعالمین کہا، اور حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اور صرف بنی اسرائیل کے لیے بھیجے گئے تھے۔

دیکھیں ! انجیل ان کے متعلق کیا کہہ رہی ہے ۔جب MAGI نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا سنا تو یروشلم میں آئے اور پوچھا کہ کہاں ہے وہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے۔

حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو یہودیوں کے بادشاہ تھے اور نہ ہی بادشاہ بننا چاہتے تھے۔

ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف یہودی قوم کے لیے آئے تھے جیسا کہ کئی مرتبہ انہوں نے خود کہا، یہ قول جگہ جگہ انجیلوں میں موجود ہے۔

ہیرڈ جو کہ اس وقت ملک کا بادشاہ تھا جب اس نے سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں تو بہت غصہ ہوا۔ بادشاہ کو جب یہودیوں نے بتایا کہ ان کی کتابوں میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ بیت اللحم (BETHLEHEM) سے ایک گورنر پیدا ہوگا جو یہودیوں پر حکومت کرے گا۔ (متی ۲:۳ اور ۲:۶)

ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف یہودیوں کے لیے آئے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا ''جو بھی چیز متبرک ہے اس کو کتوں کو مت دو اور نہ ہی اپنے موتی خنزیروں (SWINE) کے آگے ڈالو۔

(متی ۔۷:۶)

جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ الگ کہہ رہے ہیں، یہ کون لوگ ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کا مطلب یہودی اور غیر یہودی قوم سے ہے یعنی GENTILES غیر یہودی۔

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو الگ الگ قوموں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لیے ہی آئے تھے کسی اور قوم کے لیے نہیں۔

(2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص شاگرد بارہ تھے کیونکہ بنی اسرائیل کے بارہ ہی قبیلے تھے۔

(متی ۱۰:۵ اور ۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خاص شاگردوں کو حکم دیا کہ: جاؤ اور میرے حکم کی یا میری تعلیم کی تبلیغ کرو، مگر یاد رکھنا کہ یہ تبلیغ غیر یہودیوں میں نہ ہو اور نہ ہی Smaritan کے شہر میں داخل ہونا۔ بلکہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں ہی جا کر تبلیغ کرنا۔

یہ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صرف بنی اسرائیل کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔

ایک عورت غالباً یونانی قوم سے تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور باادب ہو کر عرض کیا کہ: میری لڑکی سخت بیمار ہے آپ اس کو صحت مند کر دیں۔ مگر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا، پھر شاگردوں نے بھی درخواست کی کہ اس عورت کی غرض کو سنا جائے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں صرف نبی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لیے آیا ہوں۔(متی ۱۵: ۲۲۔۲۶)

کیا یہ فرمان ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہے جو ان کی تعلیم کے خلاف کام کرتے ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لیے آیا ہوں تو اب کیا شک رہ جاتا ہے۔

اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں، یہ دونوں برگزیدہ پیغمبر صرف نبی اسرائیل کے لیے بھیجے گئے تھے۔

(3) جب یونانی عورت نے بار بار درخواست کی کہ اس کی لڑکی کی صحت مند کیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ ٹھیک نہیں ہے کہ بچوں کی روٹی کو کتوں کے آگے ڈال دیا جائے۔اس عورت نے کہا کہ: کتے پھر بھی جو روٹی کا ٹکڑا مالک کی میز سے گرتا ہے کھاتے ہیں۔(متی ۱۵: ۲۶۔۲۷)

اس کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ بچوں کی روٹی کتوں کو کھلائی جائے، اب دیکھیں یہاں بچوں کا کیا مطلب لیا جا سکتا ہے۔

بچوں کا مطلب صرف بنی اسرائیل ہی ہیں اور کتے اور خنزیر سے مراد غیر یہودی ہیں۔اس لیے اگر آپ غیر یہودی ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام آپ کے لیے نہیں ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا۔ (1) یہودی (2) غیر یہودی۔

اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے بھیجا مگر بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانا، حتیٰ کہ اپنے گمان میں سازش کر کے ان کو صلیب پر چڑھا دیا۔ جن لوگوں کے لیے خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں

بھیجا تھا وہی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پر ایمان لائے اور پیغمبر مانا۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اے یروشلم یہاں کتنے ہی پیغمبر قتل ہوئے اور پر پتھر برسائے گئے'' میں نے کئی بار تمہارے بچوں کو جمع کیا جیسے مرغی اپنے بچوں کو پروں کے نیچے جمع کرتی ہے۔ (متی ۲۳۔۳۷)

یہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مراد بنی اسرائیل ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد بنی اسرائیل کو راہ راست پر لانا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے ہی بھیجا تھا کسی اور قوم کے لیے نہیں۔
(متی ۲۷۔۱۱)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام گورنر کے سامنے پیش کیے گئے تو گورنر نے پوچھا کہ: آپ یہودیوں کے بادشاہ ہیں؟ (متی ۲۷۔۳۷)

ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام یہودی قوم کے لیے ہی بھیجے گئے تھے، اور انہوں نے کبھی غیر یہود میں تبلیغ نہیں کی۔

جب یہود نے اپنے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھایا تو ان کے سر پر یہ عبارت لکھی گئی ''یہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے بادشاہ'' حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ یہودیوں کے بادشاہ ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ ''میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آیا ہوں۔''

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اے بنی اسرائیل سب سے پہلے حکم ہے کہ اللہ ایک ہے۔ (مرقس ۱۲۔۲۹)

اس تقریر میں خدا کی وحدانیت پر زور دیا گیا ہے کہ خدا ایک ہے، جیسا کہ متن

میں ہے کہ یہ خطاب صرف بنی اسرائیل کو کررہے ہیں۔ اگر غیر اسرائیلی بھی مخاطب ہوتے تو فرماتے ''سنو! اے بنی نوع انسان۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے بھیجے گئے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بچے کو باز و میں لیا تو سائمن نے کہا ''شان بنی اسرائیل کی، اور یہ بھی کہا کہ یہ بچہ بنی اسرائیل میں لوگوں کے لیے عروج اور زوال کا سبب ہوگا۔ (لوقا ۲۰: ۳۲۔۳۴)

یہ دونوں عبارات ثابت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے بھیجے گئے تھے۔

ایک اسرائیلی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا کہ: ہمیں پورا پورا اعتبار ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہمارے نجات دہندہ ہیں (لوقا ۲۴۔۲۱)۔

ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے تھے، اس میں شک شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(6)

اسرائیلیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اس وقت بنی اسرائیل کو اس کی بادشاہت دلوادیں گے۔ (ایکٹ ا۔٦)

کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے تھے۔

پال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ''خدا نے جو لفظ اسرائیلی بچوں کے لیے بھیجے کہ عیسیٰ علیہ السلام امن اور سلامتی کی تبلیغ کررہے ہیں (ایکٹ ۱۰۔۳٦)۔

پال نے تاکید سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لیے بھیجے گئے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اگر تبلیغ کرتے تھے تو صرف اور صرف بنی اسرائیل میں ہی تبلیغ کرتے تھے۔(ایکٹ ۱۱۔۱۹)

ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے آئے تھے کیونکہ ان کے شاگرد صرف بنی اسرائیل میں ہی تبلیغ کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفادار شاگرد برنباس اور عیسائیت کا بانی پال جب SALAMIS میں تھے تو دونوں یہودیوں کے عبادت خانوں (Synagogues) میں اللہ کے کلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے،(ایکٹ ۱۳۔۵)

کیوں؟ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے شاگرد سمجھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے آئے ہیں۔

پال نے کہا کہ خدا نے اپنے وعدے کے مطابق بنی اسرائیل کے لیے ایک نجات دہندہ بھیجا جن کو عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں(ایکٹ ۱۳۔۲۳)۔

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے نجات دہندہ بنا کر بھیجے گئے تھے۔

(8) مندرجہ بالا جو شہادتیں نئی بائبل سے پیش کی گئی ہیں ان میں جگہ جگہ کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے بھیجے گئے تھے کسی۔ یہ بار بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا اور ان کے شاگردوں اور حواریوں نے بھی، مگر بنی اسرائیل نے ان کے پیغام کو نہ مانا تو شاگردوں کو مجبوراً تبلیغ کا رخ دوسری اقوام کی طرف کرنا پڑا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ان کے پیغام کو جگہ جگہ پہنچانے میں پرجوش اور مخلص تھے، اور یہ کام شاگردوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد کیا، ورنہ ان کی تبلیغ بنی اسرائیل تک ہی محدود تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غیر یہودیوں میں کبھی بھی تبلیغ نہیں کی، شاگردوں کی اپنے

رائے تھی، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی بار فرمایا کہ: میں موسیٰ علیہ السلام کے قانون کو مکمل کرنے آیا ہوں، نیا قانون نہیں لایا۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں نے بنی اسرائیل سے مایوس ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کی تبلیغ کا کام غیر یہودیوں میں شروع کر دیا جو کہ حضرت کے حکم کی سراسر خلاف ورزی تھی۔

عیسائی مبلغین نے یہ پیغام آہستہ آہستہ یورپ اور ایشیا میں پھیلانا شروع کر دیا یہاں بت پرستی زوروں پر تھی اور بہت سے خداؤں کو ماننے والے تھے، جب تبلیغ کا کام ایسے لوگوں میں شروع کیا گیا جو اپنے مذہب پر سختی سے قائم تھے تو انہوں نے اس پیغام کو قبول کرنے میں پس و پیش کی، تو پال، پیٹر اور دوسرے حواریوں نے پیغام کو آسان بنانے کے لیے اس میں ترامیم شروع کر دیں تا کہ نئے لوگ آسانی سے اسے قبول کر لیں، اس نئے ترمیم شدہ پیغام کو قبول کرنے میں رومن اور یونانی پیش پیش تھے۔ اس طرح حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام میں اتنی تبدیلیاں کر ڈالیں کہ آج یہ پیغام اصلی حالت میں کہیں بھی نہیں ہے۔ اور یہ ترامیم کا سلسلہ آج تک جاری ہے، جیسا کہ امریکہ میں بائبل کی نئی Revised Standard version چھاپی گئی ہے اور غالباً ۱۹۵۲ء میں جاری کی گئی ہے جس سے وہ پیشین گوئی نکال دی گئی جس میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر تھا۔

جیسا کہ متی (۱۵-۲۴) میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آئے تھے اور یہی الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی بار بائبل میں دہرائے ہیں،

اب ایک عیسائی اپنے آپ سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ کیا میں اسرائیل کے گھرانے سے ہوں؟ اگر وہ کہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے سے نہیں ہوں، تو وہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے گھرانے سے بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے لیے نہیں بھیجے گئے تھے۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام یہی ہے، آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ کون ہیں؟

باب ششم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسخ شدہ پیغام

جو کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی ،وہ جب گم ہوگئی یا کہیں جل گئی تو بعد میں آنے والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کو بگاڑ دیا۔ ان میں عیسائی مبلغین کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا اور نہ ہی ان کی مجلس سے مستفید ہوئے تھے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کو بگاڑنے والوں میں حاکم وقت اور کلیسا کے پادری بھی شامل ہیں ۔ ان کی وجہ سے اصلی عیسائیت کا حلیہ بگڑا ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصلی پیغام قصہ پارینہ ہوکر رہ گیا، مندرجہ ذیل چند چیزیں بائبل سے ہی پیش کی جارہی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا ایک ہے (مرقس ۱۲۔۲۹)

اور یہی سبق سب پیغمبروں نے دیا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیواؤں نے توحید پرستی کے بجائے کئی خدا تراش لیے، یعنی عقیدہ تثلیث کہ باپ ،بیٹا اور روح القدس مل کر ایک خدا ہے، مگر تین خدا بھی تصور کیے جاتے ہیں یعنی تین میں ایک، اور ایک میں تین ۔ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔

(2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ (مرقس ۹۔۳۷)

عیسائیت کے نام لیواؤں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا، پھر خدا کا درجہ دیا ،یا خدا کے کاموں کا حصہ دار بنا ڈالا، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کی بخشش صرف اس طرح سے ہے کہ احکام الٰہی کو مانا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔(متی ۷۔۱۲)

مگر عیسائیت نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی اور یہ سب انسانوں کی طرف سے گناہوں کا کفارہ ادا ہوگیا، کیسا آسان نسخہ ہے گناہ کوئی کرے اور صلیب پر کوئی چڑھے۔

(4) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لیے بھیجے گئے ہیں(متی ۱۵۔۲۴)

مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیواؤں نے اسے تبدیل کر کے اس کی تبلیغ اسرائیلیوں میں بھی شروع کردی جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے قانون کو توڑنے نہیں آئے۔(متی ۵۔۱۷)

مگر پال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام قوانین میں تحریف کی،اور یکسر بدل کر رکھدیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل نازل ہوئی تھی وہ گم ہوگئی یا کہیں جل گئی، یہ کسی کو معلوم نہیں، بعد میں عیسائیت کے ٹھیکیداروں نے مل کر اپنی رائے اور عقل کے مطابق انجیل کے نام سے کئی کتابیں لکھ ڈالیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: قیامت کے دن خدا انسانوں کے اچھے اور برے اعمال کا جائزہ لے کر جزا و سزا کا فیصلہ کریگا۔

عیسائی حضرات نے اسے تبدیل کر کے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانوں

کے فیصلے کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان خنزیر میں داخل ہوگیا۔

(لوقا ۸۔۳۳)

اس کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس جانور سے نفرت اور کراہت فرمائی، اور کہا کہ اس جانوز کا گوشت نہ کھایا جائے، مگر عیسائیوں نے اسے اپنی مرغوب خوراک میں شامل کرلیا۔ کیا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کی کھلی خلاف ورزی نہیں ہے؟۔

پرانی انجیل میں جتنے بھی پیغمبروں کا تذکرہ ہے ان سب کی ایک ہی تعلیم تھی کہ شراب مت پیو۔ (EPHESIANS۔۵۔۱۸)

حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی منع فرمایا، مگر عیسائی حضرات نے اُس واقع کو دلیل بنا کر جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پانی کو شراب میں تبدیل کردیا تھا، شراب نوشی کو اپنا نصب العین بنا لیا۔

(6) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے قانون کو توڑنے نہیں آیا بلکہ عمل کرانے کے لیے آیا ہوں۔ (یوحنا ۸۔۵۔۱۱)

عیسائی دعویٰ کرتے ہیں کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قانون کو ختم کردیا ہے جس میں زانی اور زانیہ کی سزا سنگساری کے ذریعہ موت ہے۔ دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ایک زانیہ کو پکڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے لائے اور کہا کہ زانیہ کی سزا سنگساری ہے، تو آپ کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلا پتھر وہ مارے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، دیکھا تو سب چلے گئے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عورت کو کہا کہ جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس قصہ کو بہانہ بنا کر عیسائیت نے زنا کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارہا فرمایا کہ وہ کوئی نیا قانون نہیں لائے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے قانون پر ہی عمل کرانے کے لیے آئے ہیں، لیکن ان کے ماننے والوں نے اس قول کو پس پشت ڈال کر ایک نیا مذہب ایجاد کرلیا جسے عیسائیت کہتے ہیں، نئے نئے عبادت خانے بنائے گئے جن کو وہ چرچ کہتے ہیں، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قانون کو بدل کر تین خدا کردیے یعنی عقیدہ تثلیث جس میں تین خدا کا تصور موجود ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہفتہ کو یوم سبت مناتے تھے، موجودہ عیسائیوں نے اتوار کو سپیشل دن منانا شروع کردیا، اتوار کو عیسائی چرچ میں اکٹھے ہوکر عبادت کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام کے قانون کی پابندی کی خاص طور پر خورد ونوش کے احکام میں، جو اشیاء موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں منع تھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اُن کو حرام ہی سمجھا مگر پیٹر نے اپنے ایک خواب کو بنیاد بنا کر کہا کہ: ہر وہ چیز جو شریعت موسوی میں منع ہے، کھاؤ سب حلال ہے، کیا خوب خواب ہے!!!!!

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے تمام زندگی فرمایا کہ فلاں فلاں چیز مت کھاؤ کیونکہ خدا نے منع فرمایا ہے، لیکن پیٹر کے ایک خواب نے سب کچھ جائز کردیا، اور عیسائی حضرات وہ سب کچھ کھا رہے ہیں جس کے کھانے سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے تمام زندگی منع فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے طلاق صرف اس صورت میں جائز رکھی جب عورت زنا میں ملوث پائی جائے مگر عیسائی حضرات نے طلاق کو ہر حالت میں جائز رکھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مچھلی، گوشت اور شہد کھایا کرتے تھے اور کبھی ان چیزوں سے منع نہیں فرمایا، مگر پال نے کہا کہ گوشت مت کھاؤ۔

اب کس کی بات مانی جائے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات مانی جائے جو اللہ

کے برگزیدہ پیغمبر تھے یا سینٹ پال کی ،جسکو کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہر قانون کو مکمل مانا جس میں کھانے پینے کی اشیاء کے احکام بھی شامل ہیں۔

مگر سینٹ پال نے ہر وہ قانون جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا تھا مردود قرار دیا، اور ایک فقرہ میں ہر وہ چیز جائز قرار دیدی جو قصائی بیچتا ہے۔ یقیناً سینٹ پال کے اس حکم سے قصائی ضرور خوش ہوئے ہوں گے۔

نیز اس طرح پال کا مقام و مرتبہ ان دونوں پیغمبروں سے بلند کردیا گیا، حالانکہ پال کا درجہ کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بلند ہوسکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی خدا مانتے ہیں اور پال تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحبت یافتہ بھی نہیں تھا۔

دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے کسی نے بھی مجرد (غیر شادی شدہ) زندگی گذارنے کی تعلیم نہیں دی، مگر سینٹ پال نے فرمایا کہ انسان کے لیے مجرد (غیر شادی شدہ) رہنا بہتر ہے۔

پال کا یہ حکم سراسر عقل انسانی کے خلاف ہے، اگر شادی نہ کرنے کا رواج دنیا میں عام ہو جائے تو کیا انسانی نسل تباہ نہیں ہوجائے گی؟ اور پھر انسان کی زندگی کا کیا مقصد رہ جاتا ہے؟، اگر سب انسان غیر شادی شدہ زندگی گزارنے لگیں تو آبادیاں کہاں سے ہوں گی؟ عبادت خانے کون آباد کرے گا ؟ اور زندگی کی رنگینیاں کیسے ملیں گی؟

اصل میں پال ہی نے سارے قانون کو ملیامیٹ کیا اور ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی جس کا عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارہا فرمایا کہ: میرے بعد ایک پیغمبر

آئے گا جو آپ کو وہ بتائے گا جو وحی کے ذریعے سنے گا اور وہی میرا اور میری ماں کا نام روشن کرے گا (یوحنا ۱۶۔۱۲۔۱۴)۔

مگر عیسائی حضرات نے ان کے فرمان کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کی بلکہ بعض انجیلوں سے نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ ہی نکال دیا۔

موجودہ مذہب عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مذہب سے بالکل ہی مختلف ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بطور شریعت عطا فرمایا تھا۔ یہ ایک من گھڑت اور مرضی کا مذہب ہے جس کو مختلف حضرات نے مل کر بنایا ہے جن میں مبلغ حضرات اور بادشاہان وقت شامل ہیں، انہوں نے اپنی مرضی سے وہ سب کچھ شامل کر دیا جو عملاً آسان تھا۔ اور وہ سب کچھ نکالدیا جس پر عمل کرنا مشکل تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ ایک خدا کی عبادت کی اور یہی تعلیم دی کہ نجات صرف نیک کام کرنے میں ہے نہ کہ عقیدہ مصلوبیت پر ایمان رکھنے میں۔ انہوں نے ہمیشہ کہا کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کے قانون پر عمل درآمد کرانے کے لیے آیا ہوں مگر موجودہ عیسائیت نے عقیدہ تثلیث ایجاد کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا اور کہا کہ نجات صرف عقیدہ مصلوبیت کے ماننے سے ہی ممکن ہے۔ پرانی انجیل کے قانون کو یا تو ختم کر دیا یا پھر بدل ڈالا اور رکھا کہ نئی انجیل ہی صحیح راستہ دکھاتی ہے آج کی عیسائیت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باب ہفتم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن میں

جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ قرآن مجید ہی اللہ کی نازل کی ہوئی وہ واحد کتاب ہے جو آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ممکن ہی نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قرآن ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں، اس سے پہلے جتنی بھی کتابیں پیغمبروں پر نازل کی گئی تھیں سب میں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں نے تحریفات کیں تا کہ قانون کو انسان کی سہولت کے مطابق ڈھالا جائے، مگر قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے۔ قرآن کریم میں خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کھول کر بیان کردی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو وہ عزت بخشی جو دنیا کی کسی بھی عورت کو نہیں بخشی گئی۔

(1) اور دیئے ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو معجزے اور قوت دی اس کو روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) سے (قرآن ۲۔۲۵۳)

قرآن صاف طور پر کہہ رہا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام انسان تھے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو خدا کے بیٹے تھے اور نہ ہی یوسف کے بیٹے جیسا کہ بائبل کہہ رہی ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔

(2) بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک ایسے ہی ہے جیسے مثال آدم علیہ السلام کی، بنایا اس کو مٹی سے اور پھر کہا کہ: ہو جا! تو وہ ہو گیا۔ قرآن (۳۔۵۹)

اب دیکھیں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے ہیں، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا اللہ کے لیے کوئی مشکل بات نہ تھی ۔اور جیسا کہ آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے۔

(3) اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھ کو منتخب فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے او رتمام جہان کی عورتوں کے مقابلہ میں تجھ کو منتخب فرمایا ہے، اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے رب کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ ۔قرآن (۳_۴۲_۴۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہاالسلام کو منتخب فرمایا اس لیے کہ وہ نیک پارسا عورت تھیں، اسی لیے قرآن کریم میں ان کی طہارت و پاکبازی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(4) جب کہا فرشتوں نے اے مریم بے شک اللہ تجھ کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا، اسکا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، با آبرو ہونگے دنیا میں اور آخرت میں اور مقربین میں سے ہونگے، اور انسانوں سے کلام کرینگے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں، اور شائستہ لوگوں میں سے ہونگے ۔قرآن (۳_۴۵_۴۶)

قرآن مجید حضرت مریم علیہا السلام کو خوشخبری دے رہا ہے کہ اس کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا وہ گود میں ہی باتیں کرے گا اور اس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔

جب یہودیوں نے حضرت مریم علیہا اسلام پر تہمت لگائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گود میں ہی سے بات کرکے ماں کی بے گناہی ثابت کی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے، نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے تھے۔

(5) حضرت مریم بولیں اے پروردگار: کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی ہوگا، اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا فرمادیتے ہیں، جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اسکو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ چیز ہوجاتی ہے۔ قرآن مجید (۳۔۴۷)

ان قرآنی آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں نے حضرت مریم علیہاالسلام پر جو جھوٹا الزام پر لگایا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہاالسلام کی برأت اور بے گناہی ثابت کردی کہ اللہ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے۔

(6) اوراللہ ان کو تعلیم فرمادینگے کتابیں اورسمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل اوران کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے، بے شک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کرتمہارے رب کی طرف سے، کہ میں تم لوگوں کے لیے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھراس میں پھونک مارتا ہوں تو ہوجاتا ہے وہ اڑتا ہوا پرندہ اللہ کے حکم سے، اور اچھا کردیتا ہوں اندھے کو اور کوڑھی کو۔ اور زندہ کردیتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے، اور بتلا دیتا ہوں تم کو جوکچھ تم اپنے گھروں میں کھاکر آتے ہو اورجو کچھ رکھ آتے ہو، بلاشبہ ان میں کافی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان لانا چاہو۔ قرآن (۳۔۴۸۔۴۹)

ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے، نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے، جیسا کہ اہل کلیسا دعوی کرتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لیے ہی بھیجے گئے تھے نہ کہ ساری دنیا کے لیے۔ ساتھ ہی یہ بھی

ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بھی معجزہ دکھاتے تھے وہ سب اللہ کے حکم سے ہی ہوتا تھا، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا۔

(7) اور میں تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی تورات کی اور اس لیے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس دلیل لے کر آیا ہوں تمھارے پروردگار کی طرف سے پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ قرآن (۳۔۵۰)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام توریت کے احکام کی توثیق کرنے آئے تھے منسوخ کرنیکے لیے نہیں۔

لہٰذا عیسائیوں کو توریت کے احکام پر عمل کرنا چاہیے، لیکن عیسائیوں کو توریت کے احکام سخت لگے اس لیے سینٹ پطرس، سینٹ پال اور پھر کلیسا کے کارندوں نے توریت کے قانون کو ختم کرکے اپنی مرضی کے قوانین انجیل میں لکھ ڈالے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو بھول گئے۔

(8) پھر لے آیا (مریم کو) دردِ زہ ایک کھجور کے درخت کی طرف، کہنے لگیں کاش! میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی، اور ایسی نیست و نابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی، پھر آواز دی فرشتے نے اس کو نیچے سے کہ تم مغموم مت ہو تمھارے رب نے تمھارے نیچے ایک نہر پیدا کردی ہے، اور اس کھجور کے تنہ کو اپنی طرف کو ہلاؤ اس سے تم پر تروتازہ خرما جھڑینگے، پھو کھاؤ، پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو، پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی دیکھو تو کہہ دینا کہ میں نے تو اللہ کے واسطے روزہ کی نیت مان رکھی ہے، سو میں آج کسی آدمی سے نہیں بولوں گی، پھر وہ ان کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، لوگوں نے کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا، اے ہارون کی بہن تمھارے

باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمھاری ماں بدکار تھیں، پس مریم نے اس (بچہ) کی طرف اشارہ کردیا، وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے، وہ (بچہ خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں، اس نے مجھ کو کتاب دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا، اور اس نے مجھے برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں، اور مجھ کو نماز کا اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ ہوں، اور مجھ کو والدہ کا خدمتگار بنایا، اور اس نے مجھ کو بدبخت، سرکش نہیں بنایا۔ قرآن (۱۹: ۲۳۔۳۲)

حضرت مریم علیہا السلام کو جب درد زہ ہوا تو سخت شرمندہ ہوئیں اور چاہا کہ کاش میں مرچکی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی مگر اللہ تعالی نے فرشتہ بھیج کر حضرت مریم علیہا السلام کی حوصلہ افزائی کی اور یاد دلایا کہ یہ بچہ وہی ہے جس کی خوشخبری تمہیں پہلے سے دی جاچکی تھی، جب حضرت مریم بچے کو لے کر اپنے لوگوں میں آئیں تو دیکھنے والے حیران پریشان ہوئے اور فوراً تہمت لگا دی، اسی وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام ماں کی گود سے بول پڑے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اور ساتھ ہی ماں کی طہارت وپاکیزگی بھی ثابت ہوگئی،

ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کے بندے اور پیغمبر تھے نہ کہ خدا، یا خدا کے بیٹے۔

(9) ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس بھیجی تھی، اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس، اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی، اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔ قرآن (۴: ۱۶۳)

ان قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دوسرے نبیوں

کی طرح لوگوں کو ہدایت دینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ یہ پیغمبروں کے سلسلے کی ایک کڑی تھے، نہ خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے تھے فقط پیغمبر تھے۔

(10) اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنے والا اس پر جو مجھ سے آگے ہے توریت اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد ان کا نام ہے احمد۔ پھر جب آیا ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر کہنے لگے یہ جادو ہے صریح۔قرآن (۶۱:۶)

ان قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے آئے تھے، اور توریت کے قانون پر عمل کرانے کے لیے آئے تھے، اور ساتھ ہی خوشخبری دینے آئے تھے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام ''احمد'' ہوگا۔

(11) اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو جو کہ اللہ کے رسول ہیں قتل کردیا، حالانکہ انہوں نے نہ اُن کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا، اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا، بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔ قرآن (۴:۱۵۷۔۱۵۸)

اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب نہیں دی گئی بلکہ صلیب دینے والوں کو شبہ ہوا۔

جبکہ تمام عیسائی بھی اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر ہوئی ہے، اور نہ ہی کسی انجیل میں اس کا صاف تذکرہ ہے، صلیب پر موت سے متعلق مختلف اور متضاد باتیں انجیلوں میں ملتی ہیں۔ بلکہ انجیل برنباس میں تو صاف لکھا ہے

کہ جودہ سکوریٹ کو صلیب پر لٹکایا گیا جس کی شکل وصورت اللہ تعالی نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت جیسی بنا دی تھی۔

(12) اور جبکہ اللہ تعالیٰ فرمائینگے کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہدیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے دو معبود قرار دے لو، (عیسیٰ علیہ السلام) عرض کرینگے کہ میں آپ کو منزہ سمجھتا ہوں، اور مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا، آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا، تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں، میں نے اُن سے اور کچھ نہیں کہا، مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا، کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے، اور میں ان پر مطلع رہا جب تک اُن میں رہا، پھر آپ نے جب مجھ کو اُٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے، اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔قرآن (۵:۱۱۶۔۱۱۷)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی نہیں کہا کہ میری عبادت کرو، یا مجھے خدا کا حصہ دار بناؤ۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی پیغام تھا کہ خدا کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوزیشن واضح کردی کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے مبعوث فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں بات کی جس سے مریم علیہا السلام کی پاک دامنی ثابت ہوئی، اور ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری بھی ثابت ہوگئی حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر چند گھنٹے تھی اور ماں کی گود میں تھے،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو وہی تعلیم دی جس کی اللہ تعالیٰ نے وحی کی تھی۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنوں سے بچا کر آسمانوں پر اٹھالیا۔

ان سب آیات قرآنی کی روشنی میں دیکھا جائے تو اصلی عیسیٰ علیہ السلام اس فرضی عیسیٰ علیہ السلام سے بالکل ہی مختلف ہیں جس کو اہل کلیسا نے مختلف نام دے رکھے ہیں، جس کو اہل کلیسا نے بزعم خویش صلیب پر موت دلوائی۔

باب ہشتم

نجات بذریعہ صلیب

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر واقع ہوئی ہے اس لیے جس انسان نے بھی اس عقیدے کو ایمان کا حصہ بنا لیا اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔

اس منطق کا کوئی اخلاقی جواز نہیں ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

جیسا کہ ایک پنجابی کا مقولہ ہے کہ ''کھان پین نون نور بھری دھون بھنان نوں جمعہ'' یعنی کھائے تو نور بھری مگر گردن تڑوانے کے لیے مسٹر جمعہ خان موجود ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو کوئی گناہ کرے گا اس کی سزا اسی کو ملے گی یہ الگ بات ہے کہ خدا معاف کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ گذشتہ اوراق میں ''اصلی گناہ'' کے عقیدہ کا باطل ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت کو سارے انسانوں کے گناہوں کا کفارہ قرار دینا بھی ایک غلط عقیدہ ہے اب دیکھیں انجیلیں اس عقیدہ کے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں۔

(1) دوزخ کی آگ میں جاؤ اے لعنتی اور ملعون لوگو۔ (متی ۲۵:۴۱)

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے کہ عقیدہ کفارہ ایک غلط عقیدہ ہے؟ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دے کر سب گناہ گاروں کا کفارہ ادا کر دیا تو پھر جہنم کی آگ کیسی اور کس لیے؟۔ اگر اب بھی گناہ گار جہنم کا ایندھن بنیں گے تو پھر کفارہ کا عقیدہ کہاں گیا؟

(2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''کہ مجھے ہر وقت آقا آقا کہہ کر پکارتا ہے وہ اس وجہ سے بہشت میں نہیں جائے گا کہ وہ مجھے آقا پکارتا ہے بلکہ اس وجہ سے جائے گا کہ اس کا ہر عمل اللہ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔(متی ۲۷:۲۱)

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصیحت ہے کہ اچھے عمل جو خدا کی مرضی کے مطابق ہوں بندہ کی بخشش کا ذریعہ بنیں گے، نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت۔ اگرایسا ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور فرماتے کہ چونکہ میری موت صلیب پر ہوگی اس لیے اچھے عمل کی ضرورت نہیں ہے،صرف صلیب پر میری موت ہی ذریعہ نجات ہے۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''جو کوئی روح القدس کے خلاف بات کرے گا اس کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا نہ اس دنیا میں اور نہ ہی قیامت کے دن۔(متی۱۲: ۳۲)

آپ سوچیں!!! کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت سب گناہ گاروں کا کفارہ ہوگئی اور سب انسانوں کے گناہ معاف ہوگئے تو روح القدس کو برا کہنے والے کو معاف کیوں نہیں کیا جائے گا، کیا یہ مذاق نہیں ہے؟

(4) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب انسانوں کو بدلہ ان کے اپنے اعمال کے مطابق ملے گا۔(متی۱۶: ۲۷)

کیا اس سے ثابت نہیں ہورہا ہے کہ انسانوں کی بخشش کا ذریعہ نیک عمل ہونگے نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا خدا جو کہ اندھیرے میں سب کچھ دیکھتا ہے آپ کو کھلے طریقے سے انعام دے گا۔(متی۲: ۴)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جزا اور سزا کا اصول بیان کررہے ہیں جو کہ واضح

طور پر کفارہ کے عقیدہ کو غلط ثابت کر رہا ہے۔

(6) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''غم اور الم اس بندے پر جو آدمی کے بیٹے کے ساتھ دھوکا یا دغا کرے'' (متی ۲۶:۲۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تنبیہ تھی کہ ایک آدمی مجھے دھوکہ دے کر رومن کے ہاتھوں پکڑوا دے گا، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا یہی مقصد ہوتا کہ میں صلیب پر جان دے کر سب انسانون کے گناہوں کا کفارہ ادا کروں گا تو وہ یہ کام خوشی سے کرتے اور صلیب پر جان دے دیتے، اور یہ نہ کہتے کہ ''غم اور الم اس بندے پر جو مجھے دھوکہ دے گا'' بلکہ اس بندے کا شکریہ ادا کرتے جو انہیں رومن کے ہاتھوں پکڑواتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تنبیہ ثابت کرتی ہے کہ ان کے خلاف سازش ہوگی ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ ان کو صلیب پر موت دی جائے۔ بلکہ ان کی تعلیم صرف اور صرف یہ تھی کہ انسانوں کو نجات صرف خدا کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گذارنے سے حاصل ہوگی اور کوئی نجات کا ذریعہ نہیں ہے۔

(7) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس رات سخت غمگین تھے جس رات انہیں گرفتار کیا گیا اور خدا سے دعا کی کہ مجھے ان دشمنوں سے بچایا جائے اور اس مصیبت سے میری جان چھڑائی جائے۔(متی ۲۶:۳۹، ۲۶:۳۸)

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد صلیب پر جان دینا ہوتا جس سے سب انسانوں کے گناہ معاف ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ سے کبھی یہ دعا نہ کرتے کہ مجھے میرے دشمنوں سے بچایا جائے بلکہ خوشی سے صلیب پر جان دے دیتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے ان دشمنوں سے بچایا جائے تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا کر دشمنوں سے بچا لیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ صلیب پر موت ایک افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

نظریہ صلیب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشی سے صلیب پر جان دی تاکہ تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو سکے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ہے تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر تھے تو کیوں چلائے "میرے خدا میرے خدا مجھے کیوں چھوڑ دیا" اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوشی سے صلیب پر جان دیتے کہ کفارہ ادا ہو جائے تو پھر خدا سے کس لیے کہا کہ مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر ہرگز جان نہیں دی بلکہ ان کو ان کی مرضی کے خلاف زبردستی صلیب پر چڑھانے کی کوشش کی گئی۔

عقیدہ کفارہ انسانوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور گنہگاروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اس نظریہ کے مطابق انسان چاہے کتنے ہی گناہ کرے وہ سب معاف ہو جائیں گے اور انسان سیدھا جنت میں جائے گا، اس عقیدہ پر جو ایمان لائے گا اسے کسی طرح کا خوف یا خطرہ نہیں ہوگا، انسان زندگی بھر گناہوں میں ڈوبا رہے مگر اس عقیدہ پر ایمان لانے سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس کا مطلب ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہیں فرمائینگے کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی؟ کون گناہ گار ہے اور کون نیک؟۔ عقیدہ کفارہ ہی سب انسانوں کا فیصلہ کرے گا کہ سب جنتی ہیں، گویا قیامت کا برپا ہونا ایک مذاق بن کر رہ جائے گا، اور عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت کی وجہ سے سب جنت میں داخل ہوں گے۔

کیا یہ ایک افسانہ یا مذاق نہیں ہے کہ صرف عقیدہ کفارہ پر ایمان لاؤ اور جنت پاؤ؟

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت کی وجہ سے سب گناہ معاف ہو گئے تو

پھر سینٹ پال کی تعلیم کی کیا ضرورت تھی جس نے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی تعلیمات کے بالمقابل ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔

(8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے دشمن نہیں چاہتے کہ میں ان پر حکومت کروں ان کو میرے پاس لاؤ اور قتل کردو اور متی میں کہا کہ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو امن پسند ہیں۔(لوقا۱۹:۲۷۔متی ۵:۹)

اب دونوں عبارات کو غور سے دیکھیں تو کیا ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک طرف تو قتل کا حکم صادر کررہے ہیں اور دوسری طرف انسانوں کو مقدس اور خوش نصیب کہہ رہے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو ان پر ایمان نہیں لاتے ان کو قتل بھی کرائیں اور ساتھ ہی مصلوبیت کی وجہ سے کفارہ بھی ادا ہوجائے۔

(9) جب عیسیٰ علیہ السلام کو اس سازش کا علم ہوا کہ آج رات رومن مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو اپنے حواریوں سے کہا کہ جس کے پاس تلوار نہیں ہے وہ اپنا کپڑا یا لباس بیچے اور تلوار خریدے۔(لوقا۲۲:۳۶)

تلوار کس لیے؟اس لیے کہ اپنا دفاع کیا جائے ،مدافعت کی جائے مگر چرچ کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا جبکہ انجیل کہہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے دفاع کا بندوبست کیا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عقیدہ کفارہ ایک ایسا افسانہ ہے جس کا کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(10) خدا نے دنیا کو اتنا پیار کیا کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دے دیا۔(یوحنا۳:۱۶)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے دنیا سے اتنا پیار کیا کہ اکلوتے بیٹے کو صلیب پر

چڑھا دیا۔اس میں کوئی بھی بات قرین عقل معلوم نہیں ہوتی کہ مسٹر زید کو پھانسی دے دو تا کہ مسٹر بکر بچ جائے، اس میں بتائیں زید کا کیا قصور ہے؟ عقیدہ مصلوبیت اور عقیدہ کفارہ کوانسانی عقل کسی طرح بھی ماننے کے لیے تیار نہیں۔

جو کوئی نجات چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ دنیا میں نیک عمل کرے اور اللہ کے احکام کو بغیر چوں وچرا کے قبول کرے۔

جیسا کہ انجیلوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی گناہ کے بدلے صلیب نہیں دی گئی بلکہ دوسروں کے گناہ بخشوانے کے لیے صلیب دی گئی تھی، یہ عمل سراسر ناانصافی پر مبنی ہے، خدا بے انصاف نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہی نہیں ہوئے۔انجیل برنباس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جودہ سکوریٹ کی شکل بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل بنادی اور یہودیوں نے جودہ سکویٹ کو صلیب دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا گناہ تھا کہ انہیں صلیب دی گئی؟ اگر آدم علیہ السلام سے کوئی لغزش ہوئی تو انہیں اللہ تعالیٰ نے بہشت سے نکال دیا اور قصہ تمام ہوا۔ اس قصہ کو ہزاروں سال بعد تک کیوں زندہ رکھا گیا؟

(11) میری روح بے چین ہے اور اسوقت مجھے بچالو۔(یوحنا۱۲: ۲۷)

یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کہے جب رومن سپاہی انہیں گرفتار کرنے کے لیے آئے تھے، ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ان کو گرفتار کیا جائے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو صلیب پر چڑھایا گیا یہ ان کی مرضی کے خلاف تھا ورنہ وہ خود خوشی سے صلیب پر چڑھ جاتے تاکہ چرچ کے مطابق سب انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے۔

(12) سینٹ پال نے کہا کہ: خداوند کریم انسان کو ہر اچھے عمل کا بدلہ دے گا اور کوئی بھی خدا کے انصاف سے نہیں بچ سکے گا۔ (رومن ۲: ۳ اور ۶)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی انسان قیامت کے دن اللہ کے انصاف سے نہیں بچے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ ملے گا، اچھے کام اچھا نتیجہ، برے کام برا نتیجہ، جب جزا اور سزا انسان کے عمل کے مطابق ہوگی تو عقیدہ کفارہ کہاں گیا؟

چرچ اس موضوع پر صاف گوئی سے کام نہیں لے رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت کن انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ہے، چرچ یہ چیز بار بار دہرا رہا ہے کہ عقیدہ کفارہ پر ایمان لاؤ تو تمہارے سب گناہ معاف ہوجائیں گے ورنہ گناہ گار ہی رہو گے، دائمی جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔ لیکن سینٹ پال کی تعلیم بالکل مختلف ہے کہ" وہ گناہ معاف ہوں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت سے پہلے کیے گئے، دوسرے لفظوں میں ان انسانوں کے گناہ معاف ہوگئے جو عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت سے پہلے تھے یا اس وقت موجود تھے، اور جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی مصولبیت کے بعد پیدا ہوئے یا ہونگے ان کے گناہ معاف نہیں ہوں گے۔

اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت کی ۔ سے انسانوں کے گناہ معاف ہوگئے تو پھر خدا کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ یا اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے، گناہوں کے کفارہ کی گارنٹی دی جاچکی ہے۔

نئی انجیل میں یہ واضح نہیں ہے کہ بخشش کس طرح ہوگی، اور کن کن انسانوں کی ہوگی۔ سینٹ پال جو عیسائیت کا بانی ہے کہتا ہے کہ "جب خدا نے اپنے بیٹے کو نہیں چھوڑا اور ہمارے حوالے کردیا ہم سب کے واسطے" اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ پچھلے گناہوں کے کفارہ کے لیے۔

یہ دونوں چیزیں متضاد ہیں، کہ سب انسانوں کے لیے کفارہ ہے یا صرف پچھلے انسانوں کے لیے۔

اس کے بعد پال نے گناہوں کی معافی کے لیے دوسری شرطیں لگا دیں کہ:

آپ اپنے منہ سے اعتراف کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام آقا ہیں اور دل سے ایمان لائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زندہ ہوگئے تھے تب آپ کی گلو خلاصی ہوگی، پھر سینٹ پال نے نئی بات کہی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آقا کہنا ہی کافی ہے اور دوبارہ زندہ ہونے کی شرط ضروری نہیں، آقا کہنا ہی تمہاری نجات کے لیے کافی ہے۔

سینٹ پال کبھی کہتا ہے کہ صرف پچھلے لوگوں کے گناہ معاف ہوجائیں گے، کبھی کہتا ہے کہ کفارہ سب انسانوں کے لیے ہے، کبھی گناہوں کی معافی کو عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہونے سے جوڑا جارہا ہے، کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔

(13) سینٹ پال کہتا ہے کہ جو کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بطور آقا پکارے گا اس کی بخشش ہوجائے گی۔ (رومن ۱۰: ۱۳)

یہاں دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانا عقیدہ سے نکال دیا اور آقا کہنا ہی کافی سمجھا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی کہاں گئی؟ کیا رائیگاں گئی؟

(14) سینٹ پال کہتا ہے کہ: تمہاری بخشش اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آقا مانو اور ایمان لاؤ کہ وہ دوبارہ زندہ ہوگئے۔ (رومن ۱۰:۹)

یہاں پھر بخشش کو عقیدہ مصلوبیت سے علیحدہ کردیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آقا کہنا اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لانا ہی کافی سمجھا گیا۔

(15) سینٹ پال کہتا ہے کہ جو کوئی احکام خداوندی پر عمل کرے اسے انصاف ملے گا۔ (رومن ۲: ۱۳)

یہاں دیکھیں! انسان کے اچھے عمل کو ذریعہ نجات کہا گیا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی مصولبیت کو نہیں۔ اگر یہی بات ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان کیوں دی؟

(16) سینٹ پال نے کہا کہ ہر ایک انسان کو اس کے اچھے اور برے کاموں کا بدلہ ملے گا اگر اچھے کام کیے تو جنت ورنہ جہنم۔(Corinthians ۳:۸)

یہاں پال نے صلیب پر ایمان لانے کی کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ اچھے اور برے کاموں پر ہی نجات کا انحصار بتلایا۔

بدقسمتی سے نئی انجیل میں کہیں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر موت کیوں دی گئی۔

سینٹ پال کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیے صلیب پر موت دی گئی تا کہ انسانوں کے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں جس میں اصلی گناہ بھی شامل ہے، پھر اس نے اپنا بیان بدلا اور رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیے صلیب دی گئی تا کہ ہمارے سب انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا ہوجائے۔

اب دیکھیں کہ دونوں بیانوں میں کتنا تضاد پایا جاتا ہے پہلا بیان ظاہر کرتا ہے کہ پچھلے انسانوں کے گناہ معاف ہوجائیں اور دوسرا بیان ظاہر کرتا ہے کہ سب انسانوں کے گناہوں کے کفارہ کے لیے وہ صلیب پر چڑھے۔

نئی انجیل میں یہ بھی صاف طور پر واضح نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں اور کن حالات میں مصلوب ہوئے۔

(17) سینٹ پال کے دو متضاد بیان دیکھئے! ایک میں کہا کہ اللہ نے اپنا اکلوتا بیٹا مصلوب کرایا۔ دوسرے میں کہا کہ اللہ نے ہمیں عیسیٰ کو دیا کہ مصلوب کریں (Corinthians۲_۱۳:۴)۔

پہلے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اپنی مرضی سے صلیب پر چڑھنے کے لیے پیش کیا تا کہ ان کی یہ قربانی سب انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ مگر دوسرا قول اس کے بالکل خلاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کمزوری کی وجہ سے مصلوب ہوئے، یا یوں کہیں کہ ان کی کمزوری کی وجہ سے زبردستی ان کو صلیب دی گئی۔ جس کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی بے مقصد رہی اور کفارہ کا حساب کتاب ختم ہو گیا۔

(18) سینٹ پال کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں قانون سے نجات دلائی جو کہ ہمارے لیے ایک لعنت تھی کیونکہ لکھا ہے کہ ہر وہ انسان لعنتی ہے جو درخت پر لٹکایا گیا ہو۔(Galatians ۳:۱۳)

دیکھیں ! یہاں قانون کی لعنت سے کفارہ ادا ہوا نہ کہ گناہوں کی لعنت سے، یہاں غور کریں کہ! کہ ایک برگزیدہ پیغمبر کو بھی معاف نہیں کیا گیا بلکہ لعنت ملامت کی گئی ہے جیسا کہ یہودیوں کا وطیرہ ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی معاف نہیں کیا گیا وہ بھی بخشش کے محتاج بتائے گئے، اب خدا کے ایک برگزیدہ نبی بھی بخشش کے محتاج ہیں تو دوسروں کے گناہوں کا کفارہ کس طرح ادا کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ایک عجیب سی پہیلی ہے۔

(19) سینٹ پال کہتا ہے کہ نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے ختنے سے کوئی فائدہ ہے نہ ہی جس کا ختنہ نہیں ہوا اس سے کوئی فائدہ ہے بلکہ اس عقیدہ میں فائدہ ہے جو محبت دوستی اور ہمدردی سکھاتا ہے۔(Galatians ۵:۶)

یہاں انسان کی نجات اور بخشش محبت کے عقیدہ میں بتلائی گئی ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ختنہ ہونے میں یا صلیب پر چڑھنے میں۔

(20) سینٹ پال کہتا ہے ''انسان جو بوئے گا وہی کاٹے گا'' (Galatians ۶:۷)

اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت کس مقصد کے لیے ہوئی؟ اورانہوں نے کس کا کفارہ ادا کیا؟

(21) سینٹ پال کہتا ہے''لطف اور کرم سے آپ محفوظ ہوگئے یا بچ گئے'' اگر لطف و کرم سے بچ گئے یا بخش دیے گئے تو عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت کا مقصد فوت ہوگیا۔(Ephesian's ۲:۵)

(22) جیمس کہتا ہے'' کہ عقیدہ بغیر کام کے فضول اور موت ہے۔ (James ۲:۲۰)
یہاں نجات کا دارومدار اچھے اور نیک کام کرنے پر بتلایا گیا ہے نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر۔

(23) سینٹ پال کہتا ہے'' جس کسی نے بھی کوئی غلط کام یعنی گناہ کیا اس کو اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا''(Colossians ۳:۲۵)
یہاں پھر وہی اصول واضح کیا جارہا ہے کہ جو گناہ کرے گا وہ اس کی سزا بھگتے گا اور جو نیک کام کرے گا اس کو اس کا اجر ملے گا ،یعنی آدمی کی بخشش اس کے اپنے اچھے اعمال پر منحصر ہے۔

(24) سینٹ پال کہتا ہے کہ'' ہمارے گناہوں کا کفارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون سے وابستہ ہے اور ہمارے گناہ اسی وجہ سے معاف ہوجائیں گے'' (Colosssians ۱:۱۴)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون کا ذکر ہورہا ہے حالانکہ عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی اور کوئی خون نہیں بہایا گیا کیونکہ ان کو قتل ہی نہیں کیا گیا،تینوں انجیلیں متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں کیے گئے بلکہ مصلوب ہوئے، اگر بخشش کا تعلق خون سے ہے تو کوئی خون نہیں بہایا گیا، اس لیے یہ

عقیدہ ہی غلط ہے کہ خون کی وجہ سے کفارہ ادا ہوگیا۔

(25) سینٹ پال کہتا ہے ''عیسیٰ علیہ السلام نے خوشی سے انسانوں کے گناہوں کو بخشوانے کی خاطر اللہ کے ہاں اپنی جان کی قربانی پیش کی'' (Ephesians ۵:۲)

پال کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوسرے انسانوں کے گناہوں کی خاطر اپنی جان کی قربانی پیش کی تو جیسا کہ انجیلوں میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ گناہ گاروں کو اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی یہ عقیدہ کہاں گیا؟

دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بخوشی اپنی قربانی ہرگز پیش کی نہیں بلکہ پال خود کہہ رہا کہ حضرت اپنی کمزوری کی وجہ سے مصلوب ہوئے جیسا کہ (Corinthians (۲-۱۳:۴) میں لکھا ہے۔

(26) سینٹ پال نے کہا ''گناہ گاروں کو ہمیشہ سزا کے طور پر تباہی سے دوچار ہونا پڑے گا یعنی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔(Thessalonians ۱:۹)

اگر جہنم گناہ گاروں کے انتظار میں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ ان کی موت تو رائیگاں گئی۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ انسان کی نجات کا انحصار صرف اچھے اور نیک کاموں پر ہے عقیدہ کفارہ پر نہیں۔

بائبل میں بھی یہ اصول واضح ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھروگے، یا جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔ تو پھر عقیدہ کفارہ کے کیا معنی؟ جب گناہ گاروں کو ان کے کیے کی سزا مل کر رہے گی اور نیک اعمال کرنے والوں کو اچھا بدلہ ملے گا تو عقیدہ کفارہ بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔

عقیدہ کفارہ کا تذکرہ کسی بھی پرانی انجیل میں نہیں ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ

علیہ السلام یا اُن سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات میں عقیدہ کفارہ کا کوئی ذکر ہے، سب نے یہی اصول بیان کیا کہ احکام الٰہی کے ماننے سے ہی نجات حاصل ہوگی۔

عقیدہ کفارہ بعد کی ایجاد ہے جس میں کلیسا، پادری اور پال شامل ہیں اور اپنے خطوط میں جگہ جگہ پال نے اپنے ہی قول کی تردید کی ہے جیسا کہ آپ گذشتہ سطور میں پڑھ آئے ہیں کہ جب تک انسان اس عقیدہ کفارہ پر ایمان نہیں لاتا اس کی بخشش یا نجات ہرگز نہیں ہوگی۔

باب نہم

بائبل کی کتابیں

عیسائیوں نے بائبل کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے جن کو انہوں نے پرانی انجیل اور نئی انجیل کے نام دیئے ہوئے ہیں، پرانی انجیلوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے پیغمبروں پر اتاری ہیں۔ اور نئی انجیلوں کے بارے میں دعویٰ کرتے ہیں کہ جس نے بھی یہ لکھی ہیں انہیں الہام ہوا تھا، اور یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا سے جانے کے بعد لکھی گئی ہیں، پرانے اور نئے عہد ناموں کو ملا کر یہ انجیل بنتی ہے۔

بائبل اصل میں یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''کتاب'' پرانی اور نئی انجیلوں کو ملا کر کل 73 عدد کتابیں بنتی ہیں۔ جو 1600 عیسوی تک رائج رہیں بعد میں King James نے 1611 میں ایک حکم کے ذریعے سات عدد کتابیں بائبل سے خارج کر دیں اور باقی 66 عدد کتابیں باقی رہنے دیں، اور پرانی اور نئی سب انجیلوں کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں شائع کرائیں اور دونوں کو ملا کر جو ایک نام دیا وہ یہ ہے

The Holy Bible (Containing old and new testament) commonly known as the Authorised (king James version)

عام طور پر ہر عیسائی اسی بائبل کو اٹھائے پھرتا ہے چاہے پڑھے یا نہ پڑھے اور خاص کر مبلغین اسی بائبل سے وعظ وغیرہ کرتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان انجیلوں میں کیا لکھا ہے، اور آیا یہ ایک دوسرے سے

ملتی جلتی ہیں یا آپس میں اختلاف ہے۔

بنیادی طور پر انجیل کی مندرجہ ذیل چار کتابیں مشہور ہیں۔

(1) متی Mathew

(2) مرقس Mark

(3) لوقا Luke

(4) یوحنا John

پہلے دیکھتے ہیں کہ متیؒ میں کیا لکھا ہے۔

باب 1 اور 2	شجرہ نسب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش
باب 3	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی یوحنا بپتسمہ دینے والے
باب 4	ابلیس یا شیطان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹسٹ کرنا
باب 5	امن پسندی، صبر اور دوسری کچھ ہدایات
باب 6 اور 7	خداوند کریم پر بھروسہ
باب 8 اور 9	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے
باب 10	حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اس لیے آئے کہ لڑائی کرائیں نہ کہ امن پسندی کے لیے۔ (متی ۱۰:۳۴)
باب 11	یوحنا بپتسمہ دینے والے
باب 12	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے
باب 13	کچھ تمثیلیں اور اخلاقی حکایات
باب 14	کچھ اور معجزے
باب 15	کچھ اور معجزے
باب 16	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پطرس (Peter)

باب 17 کچھ اور معجزے

باب 18 صبر اور تحمل

باب 19 کچھ اور احکام

باب 20 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کا قصہ

باب 21 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گدھے پر سوار ہوکر یروشلم کا سفر

باب 22 کچھ یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنت ملامت کرنا

باب 23 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہودیوں کو لعنت ملامت کرنا

باب 24 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت

باب 25 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت

باب 26 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری

باب 27 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر موت دلوانا

باب 28 خاتمہ

متی کے 28 باب ہیں اور مرقس کے 16 لوقا کے 24 اور یوحنا کے 21 باب ہیں۔ متی کے علاوہ جو تین انجیلیں ہیں ان سب کا موضوع یا مرکزی خیال ایک ہی ہے، حالانکہ ان کے باب اور صفحے مختلف ہیں، زیادہ تر باب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، شجرہ نسب، معجزے، گرفتاری اور صلیب کے قصہ پر مشتمل ہیں، اگر ان سب انجیلوں کی ایک سمری یا خلاصہ بنایا جائے تو چند صفحات سے زیادہ نہیں ہوگا۔

کسی بھی انجیل میں نہ تو روزوں کا ذکر ہے نہ ہی صدقہ خیرات یا زکوٰۃ وغیرہ کا جو کہ زندگی میں ضروری ہیں۔ انجیلوں میں نہ تو کوئی اخلاقی قانون سازی ہے اور نہ ہی کسی قسم کے جرم کی کوئی سزا مقرر کی گئی ہے، اور نہ ہی شادی طلاق وغیرہ کا کوئی ذکر ہے،

صرف ایک جگہ طلاق کا ذکر ہے کہ اگر زنا ثابت ہوجائے تو طلاق دی جاسکتی ہے۔ غور سے اگر بائبل کا مطالعہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ چاروں انجیلیں کسی ایک بھی موضوع پر متفق نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کو غلط ثابت کرتی ہیں، بلکہ بعض دفعہ ایک ہی انجیل ایک ہی قصہ کو مختلف طریقے سے بیان کرتی ہے۔

مندرجہ ذیل مثالیں دیکھیں اور خود فیصلہ کریں۔

(1) متی (۱:۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام داؤد کے بیٹے ہیں۔

مرقس (۱۵:۳۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔

متی (۱:۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح القدس (جبرائیل) کے بیٹے ہیں۔

لوقا (۱۹:۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابراہیم کے بیٹے ہیں۔

لوقا (۳:۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوزف (یوسف) کے بیٹے ہیں۔

(2) لوقا (۳:۲۳) جوزف (یوسف) مریم کا خاوند یہاں ہیلی کا بیٹا لکھا ہے۔

متی (۱:۱۶) جوزف یعقوب (جیکب) کا بیٹا ہے۔

(3) متی (۸:۵) ایک Centurian خود عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کہ میرے نوکر کو بیماری سے نجات دیں۔

لوقا (:۳) Centurian نے ایک بزرگ یہودی کو بھیجا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لے آئیں۔

(4) متی (۵:۹) عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مبارک ہیں یا خوش نصیب ہیں وہ انسان جو امن پسند ہیں۔

متی (۳۴:۱۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں امن کے لیے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے کے لیے آیا ہوں یا لڑائی کے لیے آیا ہوں۔

(5) متی (۱۵:۱۰) عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کے لیے آیا ہوں۔

متی (۲۱:۱۲) یہاں عام انسانوں (غیر اسرائیل) کے لیے ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر یقین کریں گے یعنی عیسیٰ علیہ السلام سب انسانوں کے لیے آئے ہیں۔

(6) متی (۳۶:۱۲) قیامت کے دن جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا نیک اور گناہ گار الگ ہوں گے۔

متی (۲۸:۲۶) بخشش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت سے وابستہ ہے۔

(7) متی (۳۶:۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن انسانوں کی جزا و سزا کا فیصلہ کریں گے۔

متی (۴:۶) قیامت کے دن خدا انسانوں کی جزا اور سزا کا فیصلہ کرے گا۔

(8) متی (۲:۲۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گدھے اور خچر پر سوار ہوکر یروشلم تک کا سفر کیا۔

مرقس (۲:۱۱) حضرت کا یروشلم تک سفر گدھے پر تھا۔

(9) متی (۳۵:۲۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری باتیں ضائع نہیں جائیں گی۔

متی (۱۸:۵) میری باتیں ضائع جائیں گی۔

(10) متی (۷:۲٦) عورت نے Oint Ment حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر پر ڈالی۔

یوحنا (۳:۱۲) یہاں بیان ہے کہ Oint Ment حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاؤں پر ڈالی۔

چاروں انجیلوں میں سینکڑوں متضاد بیان دیکھے جاسکتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، زندگی کے حالات، ان کے مواعظ اور صلیب پر موت کے حالات شامل ہیں۔ ایک انجیل کا بیان دوسری انجیل سے نہیں ملتا بلکہ ایک ہی انجیل کے مختلف باب اور آیات میں متضاد بیانات دیکھے جاسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک الہامی کتاب نازل کی تھی جس کو قرآن میں بھی انجیل ہی کہا گیا ہے، نہ جانے یہ چار انجیلیں کہاں سے اور کس پر نازل ہوئی ہیں۔ عیسائیوں کو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کون سی بائبل پڑھیں اور کس پر عقیدہ رکھیں ۔ موجودہ انجیلوں میں زیادہ تر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق کہانیاں ہیں جو کہ مبلغین اور چرچ کے ذمہ دار لوگوں نے لکھی ہیں۔ اصلی انجیل ضائع ہوگئی ہے ،اور موجودہ انجیلوں کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اصلی انجیل کا ترجمہ ہیں، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ جب یونانیوں نے فلسطین پر قبضہ کیا تو کہا جاتا ہے کہ انجیل کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا پھر رومن کے وقت انگریزی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

اب مندرجہ ذیل کچھ اور امور ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب جو متی میں ہے لوقا میں اس سے مختلف ہے۔

(2) حضرت مریم علیہاالسلام نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنا اور ان کو اپنے خاندان میں لائیں اور خاندان والوں نے دیکھا تو حضرت مریم علیہاالسلام پر زنا کی تہمت لگائی۔

اب دیکھیں کہ کوئی بھی انجیل حضرت مریم علیہاالسلام کی بے گناہی بیان نہیں کررہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا کیا اور حضرت مریم علیہاالسلام کی طہارت و پاکبازی کو قرآن کریم میں واضح طور پر بیان فرمایا، اور چند گھنٹوں کی عمر کا بچہ ماں کی گود میں اللہ کے حکم سے بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے اللہ نے کتاب و نبوت دی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ پورا قصہ صرف قرآن کریم میں موجود ہے کہ کس طرح ایک چند گھنٹے کی عمر کے بچے کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ماں کی پاکیزگی اور پاکدامنی بیان کرائی۔ اس مشہور واقعہ پر انجیل بالکل خاموش ہے۔

(3) عیسائیت کوئی نیا دین، مذہب نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا۔

یہ مت سوچو کہ میں موسیٰ کے قانون کو ختم کرنے آیا ہوں بلکہ میں اس کو مکمل کرنے کے لیے آیا ہوں۔(متی(۵:۱۷)

اس کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو مکمل کرنے کے لیے بھیجے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی نہیں فرمایا کہ میں ایک نیا دین لایا ہوں، اور نہ ہی انہوں نے اپنے آپ کو یا اپنے حواریوں کو عیسائی کہا اور نہ ہی موجودہ عیسائیت کی تعلیم دی یہ سب نام وغیرہ بعد کی خاص طور پر سینٹ پال کی ایجاد ہیں۔

(4) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی کوئی کلیسا یا چرچ نہیں بنایا، وہ ہمیشہ یہودیوں کے معبد میں ہی عبادت کرتے رہے اور ان کے حواری بھی یہودیوں کے عبادت

خانوں میں ہی عبادت کرتے رہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے تھے، چاروں انجیلوں میں بھی عیسائیت کے نام کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، یہ سب الفاظ بعد کی ایجاد ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی تعلیمات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی کہ زنا کے قریب نہ جانا۔

لیکن انجیل میں اس کی کوئی سزا تحریر نہیں ہے کیا صرف خبردار کرنا ہی کافی ہے؟ معاشرہ کو اس برائی سے بچانے کے لیے سخت سزا ہونی چاہیے، توریت میں زنا کی سزا سنگساری ہے۔

(6) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی کہ کسی کو ناحق قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی چوری کی جائے، لیکن ان دونوں جرائم کی کوئی سزا انجیلوں میں تحریر نہیں ہے، حالانکہ ان دونوں جرائم کی سزا سخت سے سخت ہونی چاہیے۔

(7) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے طلاق دینے سے منع فرمایا ہے مگر صرف ایک صورت میں طلاق کی اجازت ہے کہ جب زنا ثابت ہو جائے، لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے سوسائٹی میں کافی افراتفری پھیل سکتی ہے، کبھی کبھی میاں بیوی میں ایسے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں کہ طلاق کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اور یہ شریعت موسوی کے بھی خلاف ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو مکمل کرنے آیا ہوں نہ کہ اس کو تباہ کرنے۔ (متی ۵:۳۲)

(8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں کہتا ہوں کسی برائی کو مت روکو'' (متی (۵:۳۹)

کیا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہو سکتا ہے؟

اس سے تو معاشرے میں ہر طرح کی برائی جڑ پکڑے گی اور معاشرہ بالکل تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا، جیسا کہ آجکل مغرب میں برائی کو کوئی برا سمجھتا ہی نہیں بلکہ اس کو

فیشن کہا جاتا ہے۔

(9) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "جو کوئی تمہارے داہنے گال پر تھپڑ مارے اس کو بایاں گال آگے کردو" (متی ۵:۳۹)

یہ طریقہ کسی طرح بھی کسی معاشرے میں نہیں پھل پھول سکتا اور انسانی فطرت کے خلاف ہے اس سے غلامانہ ذہنیت پرورش پائے گی۔

(10) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی زندگی کے متعلق مت سوچو (متی ۶:۲۵)

اس کا کیا مطلب ہے کہ ہمیشہ سستی میں پڑے رہو اور کھانے پینے کے لیے دوسروں کے محتاج رہو، دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ محنت مزدوری کی کوئی ضرورت نہیں ملا تو کھا لیا، ورنہ سست پڑے رہو۔

(11) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اپنے موتی خنزیروں کے آگے مت ڈالو" (متی ۷:۶)

یہ خنزیر کون ہیں؟ غیر یہودیوں کو خنزیر کہا گیا ہے، کیا ایسی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکل سکتی ہے جس سے فرقہ واریت کو ہوا ملے؟

(12) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "کہ میں انسان کو اس کے باپ کے خلاف اور بیٹی کو ماں کے خلاف کرنے آیا ہوں۔ (متی ۱۰:۳۵)

کیا یہ تعلیم اس تعلیم کے خلاف نہیں ہے جس میں کہا گیا۔

کہ "باپ کی عزت کرو اور ماں کی عزت کرو" (متی ۱۹:۱۹) اور پھر کہا

(۱۳) کہ "اپنے دشمنوں سے محبت کرو" (متی ۵:۴۴)

اس سے کیا ثابت ہوتا ہے کہ دشمنوں سے محبت کرو اور ماں باپ کے خلاف ہو جاؤ۔

کسی بھی انجیل میں ایسی ہدایات نہیں ہیں جن کا تعلق عبادات یعنی حج ،صدقہ خیرات اور روزہ وغیرہ سے ہو۔کسی ایسی قانون سازی کا تذکرہ نہیں ہے جس میں حالت جنگ اورحالت امن کے قوانین وضع کیے گیے ہوں۔ انجیلوں میں زیادہ زور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش،معجزے،صلیب پر موت اور کچھ حد تک معاشرہ کے اصول پر دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مذہب اسلام کودیکھیں کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق تفصیلی احکام موجود ہیں۔

(14) اخلاقیات سے متعلق انجیلوں میں جو کچھ لکھا ہے اس پر بھی عمل مشکل ہے،مثلاً اپنے دشمن سے پیار کرو،کون پاگل اپنے دشمن سے پیار کرے گا؟ جو لعنت بھیجے اسے دعا دو، ناممکن ہے۔ برائی کومت روکو،اگر ایسا ہوا تو انسانیت تباہ و برباد ہوجائے گی ۔ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ رسید کرے تو دوسرا گال آگے پیش کردو، یعنی غلامی کی تعلیم۔ انجیلوں کے اخلاقی درس نظام فطرت کے خلاف ہیں اوران پرعمل ممکن نہیں ہے۔

(15) جب انجیلیں عبادات کے طریقے ،قانون سازی،اوراخلاقیات کے قواعدوضوابط سے خالی ہیں تو ان انجیلوں کا کیا فائدہ؟ قانون سازی کے بغیر معاشرہ بالکل تباہ و برباد ہوجاتا ہے،عملی زندگی کے اصول ہونے چاہئیں، ورنہ کسی قانون کے بغیر نظام فرشتوں کے لیےتو موزوں ہوسکتا ہے بنی نوع انسان کے لیےنہیں ۔

(16) انجیل کے اصول،عقیدے بے حد پیچیدہ اور غیر واضح ہیں،انجیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ ملتبس کردیاہے،کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا،کبھی انسان کا بیٹا،کبھی روح القدس کا بیٹا، اورکبھی داؤد کا بیٹا کہتے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک معمہ بنا کرر کھ دیا ہے،کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بناتے ہیں،کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین میں ایک اور ایک میں تین یعنی عقیدہ تثلیث کا دعویٰ کرتے ہیں۔کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوصلیب پر موت دے کر کہتے ہیں کہ اس طرح سب

انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا ہوگیا۔

عیسائیت دراصل پہیلیوں کا ایک مجموعہ ہے، عقیدہ تثلیث، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی خدا بنایا، کبھی خدا کا بیٹا، کبھی روح القدس کا بیٹا یہ سب مل کر ایک ایسی پہیلی بن جاتی ہے جس کو آج تک کوئی حل نہیں کر سکا۔

کچھ عیسائی عقیدہ تثلیث پر یقین ہی نہیں رکھتے تھے اور صرف ایک خدا کو مانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک برگزیدہ پیغمبر مانتے تھے اور ان کا سرسری تذکرہ درج ذیل ہے۔

Iraneus (130-200 ad) Tertullian (160-220 ad) Origen (185-254 ad) Diodorus. Bishop of Tarsus Arivs (250-336 ad) Lucian Dies312 ad Michael Servetus (Ish-1553) Francis David (1510-1679) Lello Francesco Maria Sozoni (1525-1562) Milton (1608-1674) John Locke (1632-1704) Sir Isaac Newton (1642-1727) Thomas Emlyn (1683-1741) Theophus Lindsey (1723-1808) Joseph Priestly (1733-1804) Wlian Ellery Cnanning(1780-1842)

مندرجہ بالا نام چند منتخب مشہور ہستیوں کے ہیں جو صرف ایک خدا کو تسلیم کرتے تھے اور عقیدہ تثلیث کے زبردست مخالف تھے۔

(16) اللہ تعالیٰ نے انجیل کو بطور آخری الہامی کتاب نازل ہی نہیں کیا تھا اس لیے اصلی انجیل گم ہوگئی یا ضائع کردی گئی۔ اگر خدا نے انجیل کو بطور آخری الہامی کتاب نازل کیا ہوتا تو اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرماتے، جس طرح قرآن آخری

کتاب ہے اور اللہ نے فرمایا کہ" قرآن ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"

اب دیکھیں کہ انجیل میں عبادت کا کوئی طریقہ واضح نہیں ہے کہ کس طرح اللہ کی عبادت کی جائے، کیا اللہ کو منظور نہیں کہ انسان اس کی عبادت کرے؟

اصلی انجیل چونکہ گم ہو چکی تھی اس کے بعد پہلی انجیل غالبا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے ستر (70) سال بعد لکھی گئی، تو وہ اصل کے مطابق کیسے ہوسکتی ہے؟

انجیلوں کے اخلاقی قانون کو کون مانتا ہے؟ مثلا کوئی گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال پیش کردو ۔ اس کے برخلاف دیکھیں کہ عیسائی حکومتوں نے کس طریقہ سے تیسری دنیا کے انسانوں پر مظالم ڈھائے، جنگیں مسلط کیں، انسانیت کی تباہی و بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بمباری کے ذریعہ بے گناہ بوڑھے، بچے، عورتیں اور مرد موت کے گھاٹ اتار دیے، جاپان کے ہیروشیما اور ناگاساکی کے شہر ایٹم بم سے ملیامیٹ کردیئے ۔ یہ سب انجیل کی کون سی تعلیم سے مطابقت رکھتا ہے؟

انجیل کی تعلیمات تضادات کا مجموعہ ہیں۔ کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا جارہا ہے کبھی خدا کا بیٹا، کبھی خدا کو صلیب دی جارہی ہے، کبھی اس کو دفن کیا جارہا ہے اور کبھی دوبارہ زندہ کیا جارہا ہے، کبھی خدا کو ایک مانا جارہا ہے، کبھی تین خدا مانے جارہے ہیں، کبھی عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر موت دے کر کہا جارہا ہے کہ ان کی صلیب پر موت سب انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا ہے، اور کبھی کہا جاتا ہے کہ نجات صرف انسان کے اچھے عمل سے ہوگی اور کوئی کسی کے گناہوں کے گٹھڑی نہیں اٹھائے گا۔

باب دہم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت

صلیب پر موت (باطل عقیدہ)

عیسائی مذہب کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر واقع ہوئی تھی ۔ جب موت واقع ہوگئی تو ان کو دفن کیا گیا اور پھر تین دن کے بعد وہ زندہ ہوکر حواریوں کو نظر آئے، ان کو کچھ ہدایات دیں اور پھر دنیا سے چلے گئے۔ کس طرح چلے گئے؟اس کا بائبل میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوصلیب پر چڑھایا ہی نہیں گیا یہ سب کہانیاں ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ نئی انجیلیں کیا کہہ رہی ہیں۔

(1) انجیلیں اس پر متفق ہی نہیں ہیں کہ جو دہ سیکوریٹ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غداری کی تھی، جو دہ سیکوریٹ دھوکے باز کا ذکر صرف مرقس اور یوحنا نے کیا ہے، متی اور لوقا میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس اہم اور تاریخی واقعہ کا ذکر صرف دو انجیلیوں میں کیا گیا ہے، صحیح واقعہ انجیل برناباس میں ہے جس کو عیسائی حضرات مانتے ہی نہیں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ :یہ مصیبت کی گھڑی مجھ سے ٹال دے ۔ متی (۳۹:۲۶)

کیا یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں کے شکنجے سے نجات دلاتا؟

جواب واضح ہے کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اوران کوزندہ آسمانوں پر اٹھا کر دشمنوں سے بچالیا۔

(2) لوقا، مرقس اور متی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ سے اس التجا کو جو حضرت نے گرفتاری والی رات کی تھی صرف چند سطور میں لکھا ہے، جب کہ یوحنا نے یہ التجا تقریباً چھ صفحات پر لکھی ہے۔ کیا اس سے صلیب والی کہانی اور زیادہ مشکوک نہیں ہو جاتی؟ انجیلوں میں اس طرح کے متضاد بیان آپ کو جگہ جگہ ملیں گے۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جودہ سکوریٹ سے کہا: اے دوست کہاں سے آرہے ہو۔ (متی ۲۶: ۵۰)

یہ واقعہ صرف متی میں ہے، میں حیران ہوں کہ اتنے اہم واقعہ کا دوسری انجیلوں میں کہیں ذکر نہیں ہے حالانکہ یہ واقعہ اتنا اہم ہے کہ سب انجیلوں میں ہونا چاہیے تھا۔

(4) پیٹر (پطرس) نے تلوار کھینچی اور پادری یا دینی پیشوا کے نوکر کو ضرب لگائی اور اس کا دایاں کان کاٹ دیا۔ (یوحنا ۱۸: ۱۰)

یہ واقعہ صرف یوحنا میں ہے کسی دوسری انجیل میں نہیں ہے، کیا واقعہ اتنا ہی غیر اہم تھا کہ دوسری انجیلوں نے نظر انداز کر دیا۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''وہ خدا سے دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ فرشتوں کا ایک دستہ بھیج دے۔ (متی ۲۶: ۵۳)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ انہیں صلیب پر موت دی جائے، کیا اللہ تعالیٰ کے لیے فرشتوں کی فوج بھیجنا ناممکن تھا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا دستہ بھیج کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا اور ان کی جگہ جودہ سکوریٹ کو صلیب دی گئی جیسا کہ انجیل برنباس میں مذکور ہے۔

(6) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے حضرت سے اجازت چاہی کہ ہمیں تلوار استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ (لوقا ۲۲: ۴۹)

یہ صرف لوقا میں لکھا ہے دوسری انجیلوں نے اس قصہ کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے

نہ جانے کیوں؟ کیا یہ تضاد ظاہر نہیں کرتا کہ صلیب کا قصہ سرے سے ہوا ہی نہیں، اور بعد میں گھڑا گیا ہے۔

(7) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا" جودہ نے میرے منہ پر پیار دے کر دھوکہ دیا" (لوقا۲۲:۴۸)

یہ صرف لوقا میں ہے دوسری کسی انجیل میں نہیں ہے،حالانکہ یہ واقعہ سب انجیلوں میں ہونا چاہے۔

(8) جس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام گرفتار ہوئے اسی رات کا ذکر ہے کہ رومن سپاہی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے آئے تھے سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے زمین پر گر گئے۔(یوحنا۱۸:۶)

یہ واقعہ بھی سوائے یوحنا کے کسی دوسری انجیل میں نہیں ہے۔

(9) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سپاہی کا کان جو زخمی تھا صحت مند کردیا یہ سپاہی ان سپاہیوں میں شامل تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے آئے تھے۔(لوقا۲۲:۵۱)

یہ واقعہ بھی سوائے لوقا کے کسی دوسری بائبل میں نہیں ہے۔کیا یہ غیر ضروری واقعہ تھا کہ کسی اور انجیل میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا؟

جس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا، اس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا کہا؟ اور کیا کیا؟ جودہ سکوریٹ نے کیا کہا؟ اور کیا کیا؟حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا عمل کیا تھا؟ رومن سپاہیوں نے کیا کہا؟ اور کیا کیا ؟

اس سارے واقعہ کو اگر دیکھا جائے تو کسی بھی ایک انجیل کا بیان دوسری انجیل سے نہیں ملتا۔کیا یہ فرض کیا جائے کہ دو حواری متی اور یوحنا ہی اس موقع پر موجود تھے جنہوں نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کی ہے۔مگر پھر بھی واقعہ کا بیان آپس میں نہیں ملتا۔

دعویٰ کیا جارہا ہے کہ انجیلیں اللہ تعالیٰ ہی کے الفاظ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کیے گئے تھے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر ایک انجیل کے الفاظ دوسری انجیل سے مختلف کیوں ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کے الفاظ میں تضاد ہو۔

حقیقت میں صلیب کا واقعہ ہی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا کر صلیب سے بچا لیا۔

(10) متی کا دعویٰ ہے کہ سب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اکیلا چھوڑ دیا اور سب بھاگ گئے۔(متی ۲۶:۵٦)

اب سوال یہ ہے کہ جب سب بھاگ گئے تو پھر کس طرح انہوں نے مقدمہ کی کارروائی دیکھی؟ یا صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرتے دیکھا ؟

اس سے ثابت ہوا کہ متی اور یوحنا نے جو کچھ بھی انجیلوں میں لکھا ہے وہ انہوں نے بذات خود نہیں دیکھا بلکہ سنی سنائی باتوں کو بنیاد بنا کر انجیلیں لکھ ڈالیں۔ اس لیے ان قصوں پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

لوقا اور مرقس تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہی نہیں تھے اس لیے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ کئی ایک واسطوں سے ہوتا ہوا ان تک پہنچا ہے۔ چونکہ یہ لوگ موقع پر موجود نہیں تھے اس لیے ان کی تحریر یا بیان پر کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

بلکہ انجیل لکھنے والوں میں سے کوئی بھی موقع پر موجود نہیں تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب گرفتار ہوکر عدالت میں پیش ہوئے تو یہ مقدمہ کی کارروائی کس نے دیکھی؟ کیا وہاں متی اور مرقس موجود تھے؟ متی کہتا ہے کہ دو تھے، اور مرقس کہتے ہیں کئی ایک تھے۔ لوقا اور یوحنا نے اس واقعہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ کیا یہ ایک پہیلی نہیں ہے کہ کوئی بھی واقعہ کا چشم دید گواہ نہیں ہے، لیکن واقعہ کا تذکرہ انجیل میں کر رہے ہیں۔

(11) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا گیا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں کلیسا (عبادت خانہ) کو گرا کر تین دن میں تعمیر کر سکتا ہوں (متی ۲۶: ۶۳)

مگر یہ الزام نہ لوقا میں ہے اور نہ یوحنا میں، کیا یہ عجیب نہیں کہ دو انجیلوں میں تو ذکر ہے اور دو میں نہیں۔

(12) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الزام کا کیا جواب دیا؟ متی اور مرقس میں ہے کہ حضرت پرسکون اور امن سے رہے۔(متی ۲۶: ۶۳) لوقا اور یوحنا میں اس چیز کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(13) پادری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا سوال کیا؟ یعنی کہا تم عیسیٰ ابن خدا ہو؟ (متی ۲۶: ۶۳)

لوقا میں ہے کہ پادری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا تم عیسیٰ ہو؟ (لوقا ۲: ۶۷)

مرقس میں ہے کہ پادری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تم عیسیٰ ابن مقدس یا خوش نصیب ہو؟ (مرقس ۱۴: ۶۱)

یوحنا میں ہے کہ پادری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارے اصول، عقیدے کیا ہیں؟ (یوحنا ۱۸: ۱۹)

ان چاروں انجیلوں میں دیکھیں: سوال کا کتنا اختلاف پایا جاتا ہے، اگر یہ واقعی الہامی کتابیں ہوتیں تو ایک نقطہ کا بھی فرق نہ پایا جاتا۔

جو سرکاری ملازم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے لائے تھے اور تفتیش کر رہے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم ہی عیسیٰ علیہ السلام ہو؟ یہ کس طرح کا سوال کیا؟ کیا ان کو پتہ نہیں تھا کہ کس کو گرفتار کر کے لائے ہیں؟ کیا عیسیٰ علیہ السلام اتنے گمنام انسان تھے کہ ان کو کوئی پہچانتا ہی نہیں تھا؟ کیا یہاں گرفتاری اور

شناخت ایک عجیب سا منظر نہیں پیش کر رہی ہے؟

(14) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تم عیسیٰ ہو؟ جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ آپ ہی کہہ رہے ہیں۔ (متی ۲۶: ۶۴)

اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں مانا کہ میں عیسیٰ ہوں بلکہ کہا کہ یہ تم کہہ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز نہیں مانا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

(14) جب دن ہوا تو ہیڈ پادری، کاتب اور دوسرے لوگ اکھٹے ہوئے اور گرفتار شدہ آدمی یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا؟ ''کیا تم عیسیٰ ہو؟'' حضرت نے جواب دیا کہ اگر میں کہوں تو تم نہیں مانو گے، اور اگر میں کوئی سوال پوچھوں تو تم کوئی جواب نہ دو گے، اور نہ ہی رہا کرو گے۔ (لوقا ۲۲: ۶۷۔۶۸)

اگر گرفتار شدہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوتے تو یہ جواب نہ دیتے جو اوپر درج ہے بلکہ یہ جواب ہوتا کہ ''میں عیسیٰ ہوں'' جب رومن سپاہیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تلاش تھی، اور وہ اسی مقصد کے لیے بھیجے گئے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے لائیں۔ پھر یہ یقین کیوں نہیں کر رہے تھے کہ گرفتار شدہ آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ گرفتار شدہ ملزم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے، بلکہ جودہ سیکوریٹ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت اس طرح بدل دی تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لگ رہا تھا، حتیٰ کہ ساتھیوں نے بھی یہی سمجھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں، سوال کرنے والوں کو جودہ سکوریٹ نے کہا وہ ''جودہ'' ہے مگر انہیں یقین نہیں آ رہا تھا اور اسی لیے وہ اسے آزاد نہیں کر رہے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جودہ سکوریٹ کی شکل اس طرح بدل دی تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی لگ رہا تھا شکل وصورت میں بھی اور آواز میں بھی، حتیٰ کہ حضرت مریم علیہا السلام نے بھی اس کو اپنا بیٹا ہی سمجھا، جو

لوگ مقدمہ چلا رہے تھے وہ چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہر حالت میں سزائے موت دی جائے۔

لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا اللہ تعالی نے فرشتوں کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا اوران کی جگہ جودہ سکوریٹ کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا ۔ تا کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش کرنے کی سزا ملے، ا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی ،ان کو موت سے بچا لیا، اور ان کے بدلے جودہ سکوریٹ کو غداری کی سزا صلیب پر موت کی شکل میں دی۔

(15) گرفتار شدہ شخص نے تفتیش کرنے والوں سے کہا کہ'' اس کے بعد انسان کا بیٹا خدا کے دہنی طرف بیٹھے گا'' (لوقا۲۲:۲۹)

اس سے ثابت ہوا کہ گرفتار شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے، کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے دہنی طرف بیٹھے ہوں اور گرفتاری کی حالت میں بھی ہوں۔

رومن سپاہیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ پر تھوکا اور تھپٹر مارے۔ (متی ۲۶:۶۷)

رومن سپاہیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ پر مارا اور مذاق اڑایا (لوقا۲۲:۶۴)

رومن سپاہیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سخت ضربیں لگائیں۔

اب غور کریں! کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شایان شان کیا تھا؟ رومن سپاہی گرفتار شدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماریں پیٹیں، منہ پر تھوکیں، طرح طرح کا مذاق اڑائیں یا یہ کہ خداوند کریم ان کو فرشتوں کے ذریعہ آسمانوں پر اٹھالیں؟

جیسا کہ قرآن میں ہے کہ: نہ تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ہی ان کو صلیب پر چڑھایا۔

بلکہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا۔ اور جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے آئے تھے ان کو اشتباہ میں ڈال دیا۔

اب دیکھیں کہ انجیل کے مطابق جودہ سکوریٹ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکہ دیا اس کا کیا بنا؟

(16) جودہ سکوریٹ نے اپنے آپ کو پھانسی دی اور خودکشی کرلی۔ (متی ۲۷:۵)

مگر یہ اتنا اہم واقعہ صرف متی میں ہے اور دوسری تینوں انجیلیں خاموش ہیں، کیا یہ عجیب نہیں ہے کہ جودہ سیکوریٹ کو (جو اس پوری کہانی کا محور ہے) بالکل ہی بھلا دیا جائے۔ اگر واقعی جودہ سکوریٹ نے خودکشی کی تھی تو سوائے متی کے باقی انجیلیں کیوں خاموش ہیں؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ ہی اور ہے، اور اصل واقعہ قرآن بتلا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمانوں پر اُٹھوالیا اور سب کو اشتباہ میں ڈال دیا۔ حقیقت یہی ہے کہ صلیب پر موت جودہ سکوریٹ کو ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ غداروں کو اسی طرح سزا دیتا ہے تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔

(16) جب گرفتار شدہ آدمی سے سوال کیا گیا" تم یہودیوں کے بادشاہ ہو" تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ 'یہ تم کہہ رہے ہو' (متی ۲۷:۱۱)

یعنی سیدھا جواب نہیں دیا کہ" ہاں" بلکہ یہ کہا کہ: "یہ تم کہتے ہو" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گرفتار شدہ آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ گرفتار شخص صرف اور صرف جودہ سکوریٹ تھا۔

تمام انجیلیں صلیب کے واقعہ کو مختلف طریقے سے بیان کررہی ہیں، مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس رنگ کے کپڑے پہنائے گئے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر پر کیا پہنایا گیا تھا، رومن سپاہیوں نے ان سے کس قسم کا سلوک کیا، صلیب کون اٹھا کر لے

گیا،حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا پیا، ان کے پیچھے کون گیا۔ غرض ہر طرح کا اختلاف موجود ہے، اگر انجیلیں خداوندکریم کا کلام ہوتیں جیسا کہ کلیسا اور پادری دعوی کرتے ہیں تو ان میں کسی قسم کا فرق نہ ہوتا۔ انجیلوں کی تضاد بیانی سے صلیب والی کہانی کا جھوٹا ہونا واضح ہوجاتا ہے۔

دوسری طرف انجیلوں میں ان امور میں بھی تضاد بیانی ہے کہ سنتری کی ڈیوٹی کس کی تھی، صلیب پر کیا لکھا ہوا تھا، اور مصلوب انسان نے صلیب پر کیا کہا، اور گواہوں نے کیا کچھ کہا، اس تضاد بیانی سے صلیب کی کہانی کا باطل ہونا اورواضح ہو جاتا ہے۔

ان دونوں عقیدوں میں تطبیق کیسے ممکن ہے: ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کا دعوی، اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت، یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کو صلیب دی جائے۔

اب دیکھیں! کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس طرح کے نجات دہندہ ہیں کہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکے اور صلیب پر جان دے دی۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت واقع ہوگئی تو زمین پر اندھیرا 6 بجے سے 9 بجے تک چھایا رہا۔(مرقس ۱۵: ۳۳۔ لوقا ۲۳: ۴۴۔ متی ۲۷: ۴۵)

یہ بتایا جائے کہ دن میں کیوں اندھیرا چھایا رہا؟ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لیے مصلوب ہوئے کہ انسانوں کو گناہوں سے نجات حاصل ہو تو زمین پر خوشی کے آثار نظر آتے نہ کہ اندھیرے اور غم کے آثار، کیا یہ دونوں عمل ایک دوسرے کی تردید نہیں کررہے ہیں، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی وجہ سے زمین پر اندھیرا چھا جانا، اور ان کی صلیب پر موت کا انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ہوجانا، یہ دونوں امر ناممکن نہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب صلیب پر تھے تو انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ: مجھے اکیلا کیوں چھوڑ دیا گیا ہے۔(متی ۲۷: ۴۶۔ مرقس ۱۵: ۳۴)

مگر یہ درخواست لوقا اور یوحنا میں مذکور نہیں ہے، کیا یہ واقعہ اتنا ہی غیر ضروری ہے کہ صرف دو انجیلوں کی زینت بنا اور دو انجیلوں نے اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہیں دی کیا یہ دوہرا معیار نہیں ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب صلیب پر تھے تو فرمایا کہ مجھے پیاس لگ رہی ہے۔(یوحنا۱۹: ۲۸)

عیسائی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو خدا کو پیاس لگی؟ کیا خدا بھی انسانوں کی طرح کھاتا، پیتا ہے اور سوتا، جاگتا ہے۔

یہ واقعہ صرف یوحنا میں لکھا ہے باقی تینوں تینوں انجیلیں خاموش ہیں، کیا یہ تضاد نہیں؟

جب عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر تھے تو ایک رومن سپاہی نے عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کے ایک طرف نیزہ مارا کہ آیا زندہ ہیں یا کہ موت واقع ہوگئی ہے۔(یوحنا۱۹: ۳۴)

یہ واقعہ بھی یوحنا میں ہے باقی تینوں انجیلیں خاموش ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب وہ صلیب پر تھے تو روح القدس سے جان چھڑالی یعنی فوت ہوگئے۔(یوحنا۱۹: ۳۰)

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے تو موت کیسی؟ یہ پہلا اور آخری واقعہ ہے کہ خداوند کریم فوت ہوگئے، کیا یہ بیان خداوند کریم سے مذاق نہیں ہے؟

جب عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت واقع ہوگئی تو ایک زبردست زلزلہ آیا۔ (متی ۲۷: ۵۱)

یہ زلزلہ کہیں بھی تاریخ کے ریکارڈ میں موجود نہیں ہے کیونکہ زلزلے آسانی سے نہیں بھلائے جاسکتے ہیں۔ یہ اتنا مشہور واقعہ صرف متی میں ہے اور باقی انجیلیں خاموش ہیں، اس طرح کی کہانیوں سے تمام واقعہ کا خلاف حقیقت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت واقع ہوچکی تو چٹانیں ٹوٹیں اور ان میں

شگاف پڑ گئے۔(متی ۵۱:۲۷)

یہ واقعہ بھی دوسرے واقعات کی طرح صرف متی میں ہے اور باقی تینوں انجیلیں خاموش ہیں۔

جب عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے تو بہت ساری قبریں شق ہو گئیں اور بہت سے پرہیزگار انسان جو قبروں میں آرام کر رہے تھے یعنی موت کے بعد دفن کیے گئے تھے اٹھ کھڑے ہوئے۔(متی ۵۲:۲۷)

یہ واقعہ بھی دوسرے واقعات کی طرح صرف متی میں ہے اور باقی انجیلیں خاموش ہیں۔

چاروں انجیلیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت جب صلیب پر ہوئی تو کس کس نے دیکھا، کتنے لوگ وہاں موجود تھے، کسی مشہور آدمی کا نام تک کسی انجیل مین نہیں ملے گا۔

چاروں انجیلوں میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ موت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردہ جسم یا میت کس نے حاصل کی؟ اور کتنے آدمی تھے جنھوں نے ان کو دفنایا؟ کیا ان لوگوں نے جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی میت کو دفن کیا تھا کوئی پتھر آگے رکھ کر قبر کے چیمبر کو بند کیا تھا یا نہیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ صلیب دیئے جانے کے وقت موقعہ پر موجود تھیں؟ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبر میں دفنائے جانے کے وقت موجود تھیں؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر کوئی پہرہ لگایا گیا تھا؟

یہ سب باتیں انجیلوں میں مختلف طریقہ سے بیان کی گئی ہیں۔

اب ذرا غور کریں! کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب رومن سپاہیوں نے گرفتار کرنا چاہا تو ان کے حواری (جاں نثار) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اکیلا چھوڑ کر کیوں بھاگ گئے؟ کیا ان کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ حضرت کو گرفتاری سے بچائیں۔ جب عدالت قائم

کی گئی اور گرفتار شدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کیا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقرب ترین اور پیارے حواری سینٹ پیٹر (پطرس) سے پوچھا گیا کہ کیا تم حضرت کو جانتے ہو؟ تو پطرس کا جواب نفی میں تھا، کیا پطرس کا نہ پہچاننا یہ ثابت نہیں کرتا کہ گرفتار شدہ مجرم عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ جودہ سکوریٹ ہے۔

چاروں انجیلوں کو غور سے پڑھ کر دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمات کتنی تھیں، یہ لوگ جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے دوبارہ زندگی دی، کتنے ہی بیماروں کو صحت یاب کیا، ان میں سے کسی کی بھی ہمت نہیں ہوئی کہ آگے بڑھ کر ان کو بچایا جائے یا چند ہمدردی کے الفاظ ہی ان کے حق میں ادا کئے جائیں،کسی بھی انسان نے ان سے کوئی ہمدردی نہیں کی، نہ ان کی گرفتاری کے وقت، نہ ہی مقدمہ کی کارروائی کے وقت، نہ ہی صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت، یہ کس طرح کے انسان تھے، حتیٰ کہ ان کے حواری بھی ان کی گرفتاری کے وقت بھاگ گئے، کیا یہی ان کا ایمان تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مصیبت کی گھڑی میں اکیلا چھوڑ دیا جائے تاکہ یہودی اپنی کارروائی کر لیں۔

بلکہ جب جج نے پوچھا کہ کیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دوں یا ان دو ڈاکوؤں کو جن کی صلیب پر موت کی سزا کا فیصلہ ہو چکا ہے؟ تو جو لوگ عدالت میں موجود تھے اُن سب نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی جائے اور ڈاکوؤں کو چھوڑ دیا جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب کوئی محبوب لیڈر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کو ماننے والے اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں اور اپنے لیڈر کی مدد کو پہنچتے ہیں۔ لیکن افسوس! اس مصیبت کی گھڑی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسی نے کوئی مدد نہیں کی، اور بزعم کلیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ کیا انجیلوں میں مذکور اس واقعہ پر یقین کیا جاسکتا ہے؟ کیا اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر کی موت اس ذلت سے ہوئی؟ ہرگز

نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی ناقابل معافی مجرم تو نہیں تھے کہ ہر حال میں ان کو صلیب پر چڑھایا جانا ضروری تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے اور بہتر سلوک کے حق دار تھے نہ کہ صلیب پر موت کے۔

انجیلوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر اس لیے ہوئی کہ وہ خدا کے بیٹے تھے، لیکن! یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی معصوم کو اس لیے صلیب پر چڑھادیا جائے تا کہ عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی تکمیل ہو سکے۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت کفارہ کے لیے ہوئی تو اتنی دیر سے کیوں؟ یعنی ہزاروں سال کے وقفہ کے بعد، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں جو لوگ گناہ گار ہوئے ان کے گناہوں کو کون معاف کرائے گا؟، یا اس وقفہ کے درمیان کسی اور کو بھی صلیب دی گئی تا کہ کفارہ ادا ہو سکے، یا یہ لوگ قیامت کے دن گنہگاروں کے کٹہرے میں رہیں گے، اور دوزخ کا دائمی عذاب بھگتیں گے؟ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف اسرائیلیوں کے گناہ بخشوانے کے لیے مصلوب ہوئے، اس تضاد کا حل کیا ہے؟؟؟ دراصل صلیب کا قصہ ہی غلط ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں صرف بنی اسرائیل کے لیے آیا ہوں یعنی بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو راہ راست پر لانے کے لیے آیا ہوں۔

(متی ۱۵: ۲۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے مبعوث ہوئے، لیکن مصلوب ہوئے سارے انسانوں کے گناہوں کو معاف کرانے کے لیے، بھیجے تو گئے صرف بنی اسرائیل کے لیے مگر مصلوب ہوئے سب انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے، کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر موت کو اس لیے گلے لگایا کہ سب انسانوں کے گناہ معاف ہو جائیں تو پھر قیامت کیسی؟ دوزخ کیسی؟ اور جنت کیسی؟ پھر تو دوزخ کی ضرورت ہی نہ رہے گی سب کے سب جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہی نہیں ہوئے، یہ قصہ بعد میں عیسائیوں نے تراشا ہے۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لیے مصلوب ہوئے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے غلطی کی اور ممنوع پھل کھالیا۔ کیا کوئی ایسا قانون ہے کہ غلطی کوئی کرے اور اس کی سزا کوئی اور بھگتے، یعنی پھل آدم علیہ السلام نے کھایا اور مصلوب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں، کوئی منطق ہے ایسے قانون کی؟ خود انجیل میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن کوئی بھی کسی دوسرے کے گناہوں کی گٹھڑی نہیں اٹھائے گا۔ ہر ایک اپنے اپنے عمل کا جواب دہ ہوگا۔

اگر ممنوع شجر کا پھل کھانا جرم تھا تو جس نے کھایا اس کو سزا بھی مل گئی اور بہشت سے نکال دیے گئے۔ اب یہ کون سا انصاف ہے کہ اس جُرم میں ہزاروں سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا جائے۔

کسی بھی انجیل میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دیتے وقت ان کی والدہ موجود تھیں یا نہیں؟ ایسے ہی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین کے وقت موجود تھیں یا نہیں؟۔

متی نے لکھا ہے کہ مریم میگڈالین اور دوسری مریم موجود تھیں، متی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مریم میگڈالین اور جیمز اور سالوم کی ماں موجود تھیں۔ لوقا نے لکھا ہے کہ دوسری عورتیں گلیلی سے آئیں تھیں۔

یوحنا میں لکھا ہے کہ صرف مریم میگڈالین قبر کو دیکھنے کے لیے آئیں تو دیکھا کہ پتھر جس سے قبر بند کی گئی تھی ہٹا ہوا ہے۔

اب دیکھیں! کہ دوسری مریم اور دوسری عورتوں کا ذکر کیا گیا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا ذکر غائب ہے، انجلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا ذکر کیوں نہیں کررہی ہیں؟ لوقا کے حساب سے مریم میگڈالین آئیں مگر والدہ نہیں آئیں، دوسری انجیل نے دوسری مریم کا ذکر کیا ہے۔ ایک اور انجیل میں لکھا ہے کہ جیمز کی ماں آئی، یہ تضاد کیوں؟ اس لیے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو معلوم تھا کہ یہ قبر ان کے بیٹے کی نہیں ہے، صلیب پر فوت ہونے والا ان کا بیٹا ہی نہیں ہے، اسی لیے وہ اتوار کو قبر دیکھنے نہیں گئیں۔

موجودہ انجیلوں کے لکھنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری نہیں تھے۔ نہ ہی ہم عہد تھے، بلکہ موقع کے گواہ بھی نہیں تھے۔ متی ان کا ایک حواری تھا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اُٹھائے جانے کے کافی عرصہ بعد انجیل لکھی اور وہ بھی Aramaic یعنی سامی یا سریانی زبان میں لکھی تھی جو گم ہوگئی ہے۔ یہ جو ترجمہ ہمارے پاس ہے اس کی اصل کہیں بھی نہیں ہے۔ مرقس نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا اور نہ ہی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جانتے تھے۔ مرقس پطرس کا مرید تھا اور پطرس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری تھا۔

دیکھیں! مرقس حواری در حواری ہے، لوقا پال کا حواری ہے، اور پال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں تھا۔ اب رہا یوحنا جس کے نام سے چوتھی انجیل منسوب ہے، اصل میں یوحنا انجیل کا مصنف نہیں ہے یوحنا کا نام اس لیے انجیل کے ساتھ جوڑا گیا ہے تاکہ انجیل میں کچھ وزن پیدا ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سریانی زبان بولتے تھے۔ جب اصلی انجیل گم ہو چکی ہے۔ تو اب یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ

اسی انجیل کا ہے اور لفظ بہ لفظ صحیح ہے۔

کیا کبھی آپ نے سنا ہے کہ ایک مقدس کتاب کا مترجم ایک گمنام شخص ہو جس کا کوئی اتہ پتہ ہی نہیں ہے، اصلی کتاب گم ہے اور مترجم ایک گمنام شخص ہے، نہ ہی یہ معلوم ہے کہ کب اور کہاں اور لکھی گئیں۔

اب بتائیں کہ ان انجیلوں پر کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ کہ یہ الہامی کتابیں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان تھوڑی دیر کے لیے ہوں اس کے بعد میں اس کے پاس چلا جاؤں گا جس نے مجھے بھیجا ہے اور پھر تم مجھے تلاش کرو گے مگر نہیں پاؤ گے۔(یوحنا۷: ۳۳۔۳۴)

کیا اس سے کہانی کا دوسرا رخ ثابت نہیں ہوتا کہ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گرفتار ہوئے نہ ہی مقدمہ چلا اور نہ ہی ان کی موت صلیب پر ہوئی، قرآن یہی کہہ رہا ہے کہ نہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ہی ان کو صلیب پر چڑھایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ساتھ ہے یعنی میرا نگہبان ہے کیونکہ میں وہ عمل کرتا ہوں جس سے وہ خوش ہوتا ہے۔(یوحنا ۸: ۲۹)

اس سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے صلیب کی موت سے بچا لیا اور فرشتوں کے ذریعہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔

رومن سپاہی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے آئے تو ان کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں، جب رومن سپاہیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کس کو ڈھونڈ رہے ہو؟ جواب میں سپاہیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جو Nazareth کے ہیں ان کو گرفتار کرنے کے لیے آئے ہیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ میں ہوں، جب

سپاہیوں نے یہ سنا تو پیچھے ہٹے اور زمین پر گر گئے۔(یوحنا۱۸: ۳۔۴۔۵)

اب اس بات پر غور کریں کہ جو رومن سپاہی کیل کانٹے سے لیس ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے آئے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر کیوں زمین پر گر گئے؟ حالانکہ وہ ہر طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور مسلح تھے، اور اچانک موقع پر بھی پہنچ گئے، اور ساتھ ہی یہ یاد رکھیں کہ انجیل میں لکھا ہے کہ گرفتاری کی رات تمام حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، اس کی صرف ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا جائے اور ان کی جگہ دھوکے باز اور غدار جودہ سکوریٹ کوصلیب پر چڑھوادیا جائے۔ ہرطرح کے ہتھیاروں سے لیس رومن سپاہی انتہائی افراتفری کے عالم میں تھے، رات کا اندھیرا بھی کام آیا۔ جب رومن سپاہی ہوش میں آئے تو جودہ سکوریٹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت میں ان کے سامنے کھڑا تھا، سپاہیوں کو اپنے گرنے پر غصہ بھی آیا،اور جودہ سکوریٹ کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کرلیا۔ حالانکہ جودہ سکوریٹ نے ہرطرح سے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ آیا ہوں اور میں عیسیٰ نہیں ہوں جس کو آپ گرفتار کرنے آئے ہو بلکہ میں جودہ سکوریٹ ہوں، مگر رومن سپاہی اس کی کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھے ،رومن سپاہی جودہ سیکوریٹ کو پکڑ کر تفتیش کرنے والوں کے پاس لے آئے، جودہ سکوریٹ باربار التجا کرتا رہا کہ وہ عیسیٰ نہیں ہے، مگر کوئی نہیں مان رہا تھا کیونکہ وہ بالکل عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل لگ رہا تھا، اب جودہ سکوریٹ کو سولی پر لٹکادیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس موقعہ پرموت سے بچ جانا کوئی پہلا موقع نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے بھی ایسے کئی واقعات ہو چکے تھے ،جیسا کہ لوقا اور یوحنا میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمن پہاڑ کے کنارے لے گئے تا کہ ان کو

پہاڑ سے گرا دیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے درمیان سے نکل کر باہر آ گئے اور کسی کو نظر نہ آئے۔دوسرے موقع پر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے عبادت خانے میں درس دے رہے تھے تو لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ہاتھ بڑھا سکے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف بچ کر نکل گئے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ یہودیوں سے بات کر رہے تھے اور وہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں میں غائب ہو گئے۔(ایکٹ ۱:۹)

یہ ایک اور مثال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس طرح غائب ہو گئے،ان مواقع پر تو عیسائی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غائب ہوتے رہے،لیکن یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں کہ جس رات رومن سپاہی انہیں گرفتار کرنے آئے تھے اس رات بھی آسمانوں پر اٹھا لیے گیے۔

فلپ (Philip) کس طرح غائب ہوا اور اللہ تعالی نے ان کی مدد کی جبکہ خواجہ سرا ان کو نہ دیکھ سکے اب فلپ Azotus میں ظاہر ہوئے۔(ایکٹ ۸:۳۹۔۴۰)

اب دیکھیں کہ عیسائی حضرات اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ فلپ غائب ہوتے ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں، مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اٹھا لیتے ہیں تو عیسائی حضرات اس کو نہیں مانتے، یہ کیسا عقیدہ ہے کہ کبھی مانو اور کبھی نہ مانو؟

اب یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ چاروں انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب والی کہانی کو تضادات سے بھرپور مختلف انداز میں پیش کر رہی ہیں۔ جس پر یقین کرنا انسانی عقل سے باہر ہے،سینکڑوں کے حساب سے متضاد بیان انجیلوں میں درج ہیں

جو ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں، حتیٰ کہ ایک ہی انجیل کے بیانات بھی آپس میں مطابقت نہیں رکھتے۔

باب گیارہواں

حضرت محمد ﷺ کا ذکر انجیلوں میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو الہامی کتاب عطا ہوئی تھی وہ اصلی تو کہیں گم ہوگئی تھی ،اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہودی علماء نے اس میں تحریفات کر دی تھیں۔ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الہامی کتاب کے ساتھ ہوا۔ اصلی گم ہوگئی اور نئی لکھی گئیں جو ہر مصنف نے اپنی مرضی و منشا کے مطابق لکھیں۔ حضرت محمد ﷺ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے وہ خاص اپنی اپنی قوموں کے لیے بھیجے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے تمام صحیفوں اور کتابوں میں نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشین گوئی فرمائی تھی، یہ پیشین گوئیاں نہ صرف پرانی اور نئی انجیلوں میں موجود ہیں۔ بلکہ ہندوؤں اور پارسیوں کی مذہبی کتابوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں، ہندوؤں کی کتاب ''پورانا'' اور پارسیوں کی کتاب دساتیر اور رزنداوستہ میں محمد ﷺ کا نام موجود ہے

اب چونکہ اس کتاب کا موضوع انجیلوں سے تعلق رکھتا ہے اس لیے جو بھی پیشین گوئی ذکر کی جائے گی وہ پرانی اور نئی انجیلوں سے ہی ہوگی۔

(1) اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ میں تمہارے بھائیوں میں سے ہی ایک پیغمبر اٹھاؤں گا جو تمہاری طرح کا ہوگا اور جو کچھ میں اس کے منہ میں الفاظ ڈالوں گا اور جو میں حکم دوں گا وہی وہ دوسرے انسانوں تک پہنچائے گا، یہ پیشین گوئی جس پیغمبر کے متعلق کی گئی ہے وہ اسرائیلی گھرانے سے ہوگا یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوگا جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ (Deut(۱۸:۱۵۔۱۸)

یوحنا(۱:۲۵۔۲۷) یوحنا(۱۴۔۱۶)

یہ حضرت محمد ﷺ ہی ہیں جو عربی النسل ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

خاندان سے ہیں، کچھ لوگوں نے اس کی توجیہ اس طرح کی کہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل کے ساتھ ماں کی طرف سے ہے، جن کا نام حضرت مریم علیہا السلام ہے، اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائیوں میں سے نہیں ہیں جیسا کہ پیشین گوئی کی گئی ہے، دوسری وجہ دیکھیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی پیدائش اور موت حسب معمول ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے آسمانوں پر اٹھوالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر صرف 33 سال تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی شادی نہیں کی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ نے شادیاں کیں، اور بچے بھی پیدا ہوئے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ نے نیا دین و شریعت اور نیا قانون دے کر بھیجا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا قانون اور نئی شریعت نہیں لائے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر ہی عمل کرانے کے لیے آئے تھے۔

ان حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ پیشین گوئی صرف حضرت محمد ﷺ پر ہی منطبق ہوتی ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں، کیوں کہ پیشین گوئی میں ہے کہ ایسا پیغمبر جو تمہاری طرح کا ہوگا یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا، تو یہ صرف حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔

(2) داؤد نے کہا کہ آقا نے میرے آقا سے کہا کہ میرے داہنے طرف بیٹھو حتی کہ میں تمہارے دشمنوں کو تمہارے پاؤں میں نہ ڈال دوں۔ (Psalms ١:١١٠) متی (٢٢: ٤٤: ٤٥)

یہاں پہلا آقا تو خدا کو ہی کہا گیا ہے لیکن دوسرے آقا کا مطلب ہے ''مالک'' یہ لفظ حضرت محمد ﷺ کے لیے استعمال ہوا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نہیں،

کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کہا کہ یہ میرے لیے نہیں ہے، اور اگر داؤد کو آقا کہا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان کا بیٹا ہو، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ مریم علیہا السلام کے ذریعے داؤد کی نسل سے ہیں ان کو آقا نہیں کہہ سکتے۔اس لیے یہاں دوسرا لفظ Lord حضرت محمد ﷺ کے لیے بولا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نہیں۔

(3) داؤد نے کہا آپ دوسرے انسان کے بچوں سے خوبصورت ہیں، حسن اور جمال آپ کے ہونٹوں پر ہے، اللہ نے آپ کو خوش نصیب کیا، اور رحم و کرم سے نوازا۔ اپنی تلوار کو اپنی ران سے باندھیں، تمہارے تیر تمہارے دشمنوں کے دلوں میں خوف پیدا کرتے ہیں ،اور وہ شکست خوردہ ہوجاتے ہیں ۔(Psalms ۴۵:۲۔۵)

کیا یہ پیشین گوئی حضرت محمد ﷺ کے لیے نہیں ہے ؟ کیونکہ آپ ﷺ خوبصورت تھے، آپ کے ہونٹوں کی حرکت سے انسانوں نے قرآن سنا، آپ کا پیغام ہمیشہ زندہ رہے گا اور جو پڑھے گا فائدہ اٹھائے گا۔ حضرت محمد ﷺ نے کئی غزوات لڑے۔ کتنے ہی قبیلے حضرت محمد ﷺ کے مطیع ہوگئے اور آپ ﷺ نے ایک حکومت قائم کی ۔ اس پیشین گوئی کے مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی لڑائی نہیں لڑی، نہ ہی کبھی تلوار اٹھائی، اور نہ ہی کوئی ریاست قائم کی۔

(4) داؤد علیہ السلام نے کہا کہ یہودیوں کا نجات دہندہ غیر یہودی ہوگا۔(Psalm ۱۴:۷)

عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو بھی یہودیوں کا نجات دہندہ ہوگا وہ یہودیوں کی نسل سے نہیں ہوگا بلکہ غیر یہودی ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام تو یہودی تھے ، یہ داؤد علیہ السلام کی پیشین گوئی تھی کہ غیر یہودی ہی یہودیوں کا نجات دہندہ ہوگا،اس لیے اس پیشین گوئی کا مصداق بھی حضرت محمد ﷺ ہی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہودیوں میں کوئی نبی نہیں آیا۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم نے الہامی کتابیں نہیں پڑھیں جن میں لکھا ہے کہ ایک پتھر جو معماروں نے مسترد کر دیا وہی پتھر کناروں کا سردار بن گیا۔ یہ خدا کا کام ہے اس لیے میں آپ سے کہتا ہوں کہ خداوند کریم تم سے سلطنت چھین لے گا اور ایسی قوم کے حوالے کرے گا جو خوب پھلے پھولے گی اور جو کوئی اس پتھر پر گرے گا وہ خود ٹوٹ جائے گا اور جس پر یہ پتھر گرے گا اس کو یہ پتھر پیس کر پاؤڈر بنا دے گا۔ (متی ۲۱: ۴۲۔۴۴)

اب بتائیں! کہ کس پیغمبر کو اسرائیلیوں نے مسترد کر دیا تھا یہ اسماعیل علیہ السلام ہی تھے جو کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھائی اور ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے، اسرائیلیوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو باپ کی وراثت سے بھی محروم کر دیا تھا حالانکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔

یہ پیشین گوئی صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام پر ہی منطبق ہوتی ہے جن کو اسرائیلیوں نے مسترد کر دیا تھا، کیوں کہ یہ عرب میں رہائش پذیر تھے، حضرت محمد ﷺ بھی انہی کی نسل سے ہیں۔

نیز اس پیشین گوئی سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اب اسرائیلیوں کو نہیں دیا جائے گا، آپ حضرت محمد ﷺ ہی آخری نبی ہوئے اور عربی نسل سے ہوئے، آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

(6) حضرت یوحنا نے جو کہ بپتسمہ دینے والے کے نام سے مشہور تھے فرمایا: میرے بعد مجھ سے بھی بڑا طاقتور آئے گا جس کے جوتے کے تسمے کھولنے کے قابل بھی میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا۔ (مرقس ۱: ۷۔۹)

دیکھیں! یوحنا کے بعد حضرت محمد ﷺ ہی نبی آئے ہیں اور کوئی پیغمبر نہیں آیا، یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں ہو سکتی کیونکہ یوحنا اور حضرت عیسیٰ علیہ

السلام ہم زمانہ اور ہم عمر تھے، حضرت یوحنا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دریائے اردن میں بپتسمہ دیا تھا۔

لہٰذا یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نہیں ہے بلکہ حضرت محمد ﷺ کے لیے ہی ہے۔

(7) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک باغ کے مالک کی مثال دی کہ اس کا ایک باغ تھا جو اس نے کسانوں کے حوالے کیا ہوا تھا ایک دن اس نے ایک نوکر کو بھیجا کہ کچھ انگور لاؤ مگر کسانوں نے اس کو خوب پیٹا۔ اس نے دوسرے نوکر کو بھیجا تو کسانوں نے اس کی بھی خوب بے عزتی کی، اب اس نے تیسرے نوکر کو بھیجا جس کو کسانوں نے قتل ہی کر دیا۔ آپ بتائیں کہ باغ کا مالک کیا کرے گا؟ لازمی ہے کہ مالک کسانوں سے باغ چھین کر کسی دوسرے کے حوالے کرے گا۔ (لوقا ۲۰: ۹۔۱۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو یہ مثال دی ہے، یہودیوں کے رویہ کے عین مطابق ہے جنہوں نے ہمیشہ پیغمبروں کو ایذائیں دیں اور کچھ کو قتل بھی کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ یہودیوں کو سزا دے گا اور ان سے پیغمبری چھین کر کسی اور قوم کے حوالے کر دے گا۔

یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی، کتنی ہی دفعہ یہودی تباہ کیے گئے، جلاوطن کیے گئے اور مختلف قسم کی سزائیں دی گئیں۔

(8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کے لیے ایک تسکین دینے والا بھیجے جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ (یوحنا ۱۴: ۱۳)

یہ پیشین گوئی بھی صرف حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے، آپ ﷺ ہی نبی آخر الزمان بن کر اور عالم گیر پیغام لے کر تشریف لائے۔

(9) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لیکن تسکین دینے والا جو ہوگا یعنی روح القدس (جبرائیل) جس کو اللہ میرے نام کے لیے بھیجے گا وہ آپ کو سب چیزیں سکھا

دے گا اور مکمل پیغام لائے گا ،اور یاد کرائے گا جو کچھ میں نے کہا۔(یوحنا۱۴:۲۶)

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ ایک اور پیغام بھیجے گا جو عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا سے جانے کے بعد بھیجے گا اور یہ پیغام بذریعہ روح القدس بھیجے گا۔

یہ پیشین گوئی ثابت کررہی ہے کہ یہ الہامی پیغام آخری اور مکمل ہوگا اور اس پیغام میں پچھلے سب پیغمبروں کے پیغام بھی شامل ہوں گے، یہ پیشین گوئی صد فی صد صرف حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہے جنہوں نے اللہ کا آخری پیغام ایسے ہی پہنچایا جیسے جبرائیل علیہ السلام سے سنا، اس پیغام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کے حالات بھی شامل ہیں۔

(10) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک میں اس دنیا سے نہیں جاؤں گا تسکین وسکون دینے والا نہیں آئے گا،اور جب میں جاؤں گا تو اس کو بھیجوں گا اور جب وہ اس دنیا میں آئے گا گناہوں کے بارے میں تنبیہ کرے گا،سیدھے راستہ پر چلائے گا، اور انصاف کرے گا۔(یوحنا۱۶:۷۔۸)

''تسکین دینے والے'' سے مراد یہاں روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) نہیں ہوسکتے، کیونکہ جبرائیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا یہ پیغام دے چکے کہ تسکین دینے والا (Comforter) آئے گا۔

متن میں جو(Comforter) کا ذکر ہے اس سے مراد وہی نبی ہوسکتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد آئے گا، اور بالکل یہی ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد صرف حضرت محمد ﷺ ہی تشریف لائے۔

اور بعض انجیلوں میں لفظ'' تسکین دینے والا'' کے بجائے صاف طور پر ''احمد'' لکھا ہے بعض مترجمین اور پادریوں نے اس نام کا غلط ترجمہ کیا Comforter or

parcalate کر دیا جو کہ یونانی لفظ ہے جس کا مطلب تعریف کیا ہوا۔ جو عربی میں محمد ﷺ ہوسکتا ہے۔

(11) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ جب وہ سچا نبی آئے گا وہ تمہیں سچائی کے راستہ پر چلائے گا کیوں کہ وہ خود اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو وہ سنے گا وہ جو چیز آئندہ ہونے والی ہے اس کے متعلق بھی بتلائے گا، وہ میری تعریف کرے گا کیونکہ وہی اللہ تعالی کی طرف سے وحی کی صورت میں سنے گا۔ (یوحنا۱۶: ۱۲۔۱۴)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ ہی ہیں جن کے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہے ۔حضرت محمد ﷺ نے اللہ کا پیغام اسی طرح پہنچایا جس طرح سنا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی، حضرت محمد ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام پیغمبروں کی تعریف وتوصیف کی۔

(12) پرانی انجیل میں ہے کہ جب ان کو کتاب دی گئی اور کہا کہ پڑھو: تو حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، کیسے پڑھوں؟ (Isalah ۲۹:۱۲)

یہاں جو پیشین گوئی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ وحی جب نازل کی جائے گی تو ایک ان پڑھ پیغمبر پر نازل ہوگی، جب جبرائیل علیہ السلام نے غار حرا میں پہلی وحی کے موقعہ پر حضرت محمد ﷺ کو کہا کہ: پڑھو، تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، کیسے پڑھوں ؟ یہ اس آیت کی توثیق ہورہی ہے جو حضرت محمد ﷺ پر پہلی وحی کی صورت میں نازل ہوئی، جب جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: پڑھ! اللہ کے نام سے۔تو آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو کہا کہ میں نہیں پڑھ سکتا کیونکہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، یہ گفتگو اس پیشین گوئی کے عین مطابق ہے جو پرانی انجیل کے حوالہ سے اوپر بیان کی گئی ہے۔

(13) پرانی انجیل میں ہے کہ صحرا، اجاڑ جگہوں اور شہروں سے چاہیے کہ اپنی آوازیں اونچی کریں اور گاؤں جہاں کیدار رہتا ہے اور چٹانیں جہاں انسان رہتے ہیں سب کو چاہیے کہ اپنی آوازیں اونچی کریں پہاڑوں کی چوٹیوں سے۔(Isaiah ۴۲:۱۱-۱۲)

اب یہاں غور کریں! کہ کیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بیٹا ہے جو مکہ مکرمہ میں رہتا تھا اور اسی کی نسل سے حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹی سے آوازیں اونچی کرنے کا مطلب ہے کہ مسلمان ہمیشہ اونچی جگہ کھڑے ہوکر اذان دیتے ہیں، یہ پیشین گوئی حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے کیونکہ کیدار کے خاندان سے حضرت محمد ﷺ کے علاوہ اور کوئی نبی نہیں آیا۔

(14) پرانی انجیل میں ہے کہ Teman سے آیا اور پارسا آیا پہاڑ Paran سے اس کی شان نے بہشت کو ڈھانپ لیا، اس نے کئی ایک قوموں کو شکست دی اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے ۔ اس کے طور طریقے ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔ (Habakkuk ۳:۳-۶)

صحرائے سینا کا پرانا نام Teman ہے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی گئی تھی۔ پہاڑ paran اسی طرح حجاز کا پرانا نام ہے جہاں حضرت محمد ﷺ پر وحی کی گئی تھی۔

یہ پیشین گوئی ثابت کرتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ ہی وہ نبی ہیں جن کا تعلق حجاز سے تھا، ان کے متبعین ان کا بیحد احترام کرتے تھے، تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت محمد ﷺ کے متبعین نے اس وقت کی دو سپر پاور (روم اور فارس) کو شکست دی ان کا پیغام آخری اور سچا پیغام ہے، یہ پیشین گوئی صرف حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہے۔

(15) اللہ تعالیٰ نے کہا ''ایک ایسی قوم نے خدا کو پالیا جس نے کبھی نہ خدا کا نام لیا تھا اور نہ ہی کبھی خدا سے کوئی چیز مانگی تھی۔(Isaiah ۶۵:۱)

یہاں کس قوم کا ذکر ہو رہا ہے؟ ماسوائے عرب قوم کے کوئی دوسری قوم نہیں ہوسکتی، اس قوم نے نہ کبھی کسی نبی کے بھیجے جانے کے درخواست کی، نہ کسی نعمت کی درخواست کی، نہ کبھی بارش مانگی، نہ ہی کبھی بادل مانگے، یہ قوم یہود ہی تھی جس نے بار بار اللہ سے درخواست کی کہ کوئی نجات دہندہ بھیجا جائے جو ذلت کی زندگی سے ہماری جان چھڑائے۔کبھی طرح طرح کے کھانے مانگتے کہ ہم ایک ہی طرح کے کھانے سے تنگ آگئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے برعکس قوم عرب کے پاس جو کچھ تھا اسی پر گذارہ کرتے، عرب قوم نے کبھی نہیں کہا کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں۔

اب یہودی قوم کو دیکھیں! کہتے تھے کہ ہم خدا کے برگزیدہ انسان ہیں اور کبھی دوزخ میں نہیں جائیں گے اور خداوند کریم کے بارے میں بھی کہتے تھے کہ یہ خدا صرف یہودیوں کا خدا ہے، یہ پیشین گوئی کہ قوم نے خدا کو پالیا کونسی قوم ہے؟ یہ صرف قوم عرب ہے جس نے اللہ کے اس پیغام کو مانا جو نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا،

اب دیکھیں کہ جتنی بھی پیشین گوئیاں انجیلوں سے لکھی گئیں ہیں وہ صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہیں، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

ان سب کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد ﷺ جو آئے گا وہ اسرائیل کے گھرانے سے نہیں ہوگا بلکہ ان کے بھائیوں کی نسل سے ہوگا۔ Deut(۱۸:۱۶:۲۰) Psalams(۱۴:۷) متی (۲۱:۴۲۔۴۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہوگا۔ (Deut(۱۸:۱۶۔۲۰

داؤد علیہ السلام کی نسل سے نہیں ہوگا۔ (Psalms(۱۱۰:۱

اس کا پیغام ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ (Psalms(۴۵:۲۔۵

اس نے پیغام کے دفاع کے لیے تلوار اٹھائی۔ (Psalms(۴۵:۲۔۵

بہت سارے انسانوں نے اس کے قانون کی اطاعت کی۔ (Psalms(۴۵:۲۔۵

اس نے پہلے والے الہامی قانون کو منسوخ کیا۔(متی (۵:۱۸)

اس کی قوم اس کے پیام کو اصلی حالت میں رکھے گی اور مانے گی۔

(متی (۲۱:۴۲۔۴۳)

وہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کے بعد آئے گا۔(مرقس(۱:۷)

اس کا پیغام نہایت مضبوط اور ماننے والا ہے۔(مرقس(۱:۷)

اس کا پیغام آخری الہامی ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔(یوحنا(۱۴:۶)

اس کا پیغام جامع اور وسیع ہے۔(یوحنا (۱۴:۲۵)

اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حمد اور تعریف کی۔(یوحنا (۱۶:۱۲۔۱۴)

حضرت محمد ﷺ پڑھے ہوئے نہیں تھے، لکھنا نہیں جانتے تھے۔(Isaiah(۲۹:۱۲)

جب جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر غار حرا میں آئے اور حضرت محمد ﷺ سے کہا کہ: پڑھو؟ تو جواب تھا کہ میں نہیں پڑھ سکتا۔(Isaiah(۲۹:۱۲)

وہ حجاز کے علاقے سے تھے۔(Habakkuk(۳:۳)

وہ اس قوم میں سے تھے جہاں اس سے پہلے کوئی نبی یا پیغمبر نہیں بھیجا گیا تھا۔

(Isaiah(۶۵:۱)

مندرجہ بالا پیشین گوئیوں کے خلاصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نبی آنے والا ہے اس کے کیا خدوخال ہوں گے، ہر ایک پیشین گوئی حضرت محمد ﷺ پر پوری طرح صادق آتی ہے اور کسی بھی نبی پر صادق نہیں آتی کیونکہ:

(1) حضرت محمد ﷺ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

(2) حضرت محمد ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں، پیدائش، زندگی اور موت دونوں کی ایک ہی طرح ہوئی۔

(3) حضرت محمد ﷺ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے نہیں ہیں۔

(4) حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور اللہ کا آخری پیغام (قرآن) لے کر آئے۔

(5) حضرت محمد ﷺ نے اپنے پیغام کا دفاع کیا۔

(6) حضرت محمد ﷺ نے دشمنوں پر فتح پائی۔

(7) حضرت محمد ﷺ وہ پیغام لائے جس نے اس سے پہلے والے الہامی پیغاموں کو منسوخ کر دیا۔

(8) حضرت محمد ﷺ نے ایک ایسی قوم تیار کی جس نے ان کے پیغام کو تہ دل سے قبول کیا، اس کو دوسروں تک پہنچایا اور اس کا دفاع کیا۔

(9) حضرت محمد ﷺ دونوں نبیوں یعنی یوحنا بپتسمہ دینے والے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے۔

(10) حضرت محمد ﷺ وہ پیغام لائے جو مکمل اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

(11) حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(12) حضرت محمد ﷺ جو پیغام لے کر آئے وہ بالکل واضح اور سچا ہے اس میں کوئی بھی جھوٹ یا فریب نہیں ہے۔

(13) حضرت محمد ﷺ نے سب پیغمبروں کی تعریف و توصیف کی جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام شامل ہیں۔

(14) حضرت محمد ﷺ پڑھے ہوئے نہیں تھے، پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔

(15) حضرت محمد ﷺ نے غار حرا میں جبرائیل امین کو کہا کہ میں نہیں پڑھ سکتا۔

(16) حضرت محمد ﷺ حجاز کے علاقے سے تھے۔

(17) حضرت محمد ﷺ عربی قوم کے اکیلے ہی پیغمبر تھے اس قوم میں اور کوئی پیغمبر نہیں آیا۔

(18) حضرت محمد ﷺ اونٹ پر سوار ہوں گے جیسا کہ ہندوؤں اور فارسی قوم کی کتابوں میں ہے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئیاں ماسوائے محمد ﷺ کے کسی اور پیغمبر کے متعلق ہرگز نہیں ہوسکتیں، جو بھی نئی اور پرانی انجیلیوں کے ماننے والے ہیں اپنی کتابوں کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ ان کی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

باب بارھواں

اختتام

اس کتاب میں تمام انحصار انجیل کی پرانی کتاب اور نئی کتاب پر کیا گیا ہے جس کو عیسائی حضرات مقدس مانتے ہیں، یہ کتابیں

New Testament and Old Testament

کے نام سے جانی جاتی ہیں اور ان سے عیسائی حضرات انکار نہیں کر سکتے ان کی اپنی کتابوں میں سے سچ اور جھوٹ کو الگ کیا گیا ہے۔ بائبل میں بہت جگہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان تھے اور اللہ کے پیغمبر تھے مگر عیسائی حضرات انجیل پر توجہ ہی نہیں دیتے ہیں کیونکہ چرچ نے ان کے دماغ کو پھیر دیا ہے وہ کبھی کہتے ہیں خدا تھے، کبھی کہتے ہیں خدا کے بیٹے تھے، کبھی کہتے ہیں کہ روح القدس تھے۔ حالانکہ ان کو انجیلوں سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ عیسائی حضرات انجیل کی تعلیمات پر عمل کرنے کے بجائے انجیل کو اپنی خواہشات اور تاویلات کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ اصلی انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی تھی وہ تو گم ہوگئی یا کہیں جل گئی اور موجودہ بائبل یونانی زبان سے انگریزی زبان میں ترجمہ ہے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سریانی تھی، یعنی ترجمہ در ترجمہ۔ موجودہ انجیل ہزاروں غلط بیانات اور متضاد واقعات کا مجموعہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد جب سینٹ پال اور سینٹ پطرس آئے ان دونوں نے مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو بالکل ہی بدل دیا۔ سینٹ پال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قانون کو بالکل ختم کر دیا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو ختم کرنے نہیں آیا بلکہ اس پر عمل کرانے آیا ہوں، عیسائی حضرات نے سینٹ پال کی اتباع

کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو چھوڑ دیا، یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ شریعت موسوی کے احکام ان کو سخت محسوس ہوئے، انہوں نے شریعت موسوی کے احکام سے خلاصی حاصل کی اور سینٹ پال کا بنایا ہوا دین اختیار کر لیا کیونکہ اس میں آزادی ہی آزادی تھی۔

عیسائی حضرات نے ایک خدا کو ماننے کے بجائے تین خدا تراش لیے، یعنی عقیدہ تثلیث، انہوں نے خدکو بیٹا دیا، اور بیٹے کو خدا کا حصہ دار بنا ڈالا بلکہ بیٹے کو خدا ہی بنا ڈالا۔

سب انبیاء علیہم السلام نے یہی تعلیم دی کہ خدا ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے مگر عیسائی حضرات نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ٹھکرا کر چرچ کی تعلیم اپنائی کیونکہ اس میں آزادی تھی۔ اس میں نہ روزہ، نہ روزانہ کی نماز، صرف اتوار کو چرچ جائیں اور باقی دنوں میں اللہ کو بھول جائیں، نہ ختنہ کی ضرورت اور نہ ہی کسی صدقہ اور زکوٰۃ کی ضرورت ہے، اگر کوئی گناہ سرزد ہوا تو چرچ میں جا کر پادری کے سامنے اعتراف جرم کر لیا اور پادری سے چند کلمات کہلوا کر تمام گناہ معاف کرا لیے۔ ختنہ کو تو سینٹ پال اور سینٹ پیٹر نے ختم ہی کر دیا تھا۔

مشہور قصہ ہے کہ تین شخص نئے نئے عیسائی بنے، پادری نے ان کو عقیدہ تثلیث اچھی طرح یاد کرایا، ایک دفعہ پادری کا دوست معائنہ کے لیے آیا کہ عقیدہ تثلیث صحیح طریقے سے پڑھایا جارہا ہے یا نہیں؟ اس نے پادری سے پوچھا کہ آیا تینوں نئے عیسائیوں کو عقیدہ تثلیث صحیح طور پر یاد ہوگیا ہے کہ نہیں؟ پادری نے جواب دیا کہ بے شک ان کا امتحان لے لو، اس پادری کے دوست نے ایک نئے عیسائی کو بلا کر پوچھا کہ عقیدہ تثلیث کیا ہے؟ تو اس نے فورا جواب دیا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تین خدا ہیں ایک جو اوپر آسمانوں میں ہے، دوسرے خدا کو حضرت مریم نے جنا، اور تیسرا خدا ایک فاختہ کی شکل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا جب ان کی عمر تیس سال تھی یعنی روح القدس، اس

جواب پر پادری کا دوست بہت ناراض ہوا، اوراس نے یہی سوال دوسرے سے کیا اس نے جواب دیا کہ تین خدا تھے ایک کوتو یہودیوں نے قتل کردیا تھا اب صرف دو خدا ہی رہ گئے ہیں پادری کے دوست نے اسے سخت تنبیہ کی، اور پھر یہی سوال اس نے تیسرے سے کیا ،وہ ان دونوں سے ہوشیار نکلا اور کہا کہ مجھے سکھایا گیا ہے کہ ایک میں تین اور تین میں ایک خدا ہیں یعنی One in three or three in one یعنی تینوں میں اتحاد ہے ۔ تینوں میں سے ایک کی تو صلیب پر موت واقع ہوگئی اور دو باقی رہ گئے مگر اتحاد برقرار رکھنے کی خاطر باقی دونوں بھی مرگئے اورکوئی خدا ہے ہی نہیں۔

اصل میں تثلیث ایک معمہ ہے، کہتے ہیں کہ بس اس پرعقیدہ رکھو سمجھنے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

عیسائیوں نے ہر طرح شراب پینے کی اجازت دے رکھی ہے اور انجیل سے مثال پیش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شادی کے موقع پر پانی کو شراب میں تبدیل کردیا تھا حالانکہ سب انبیاء کرام علیہم السلام نے شراب نوشی سے منع فرمایا ہے، حتیٰ کہ سینٹ پال نے بھی شراب نوشی سے منع کیا ہے ،اسی طرح خنزیر کا گوشت بھی ممنوع ہے مگر عیسائیوں کی مرغوب غذا ہے۔

ایسے ہی دیگر ہر قسم کے گوشت بھی کھاتے ہیں کیونکہ سینٹ پال نے کہا جو گوشت قصائی بیچے جائز ہے کھایا جائے حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے Bacon کھانے سے منع کیا ہے۔عیسائی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام پر چل رہے ہیں یا سینٹ پطرس اور سینٹ پال کے؟ اصل میں یہ خواہشات نفسانی پر چل رہے ہیں اور ایسا دین بنایا ہوا ہے جو ہر طرح کی پابندیوں سے آزاد ہے۔

بہت سارے عیسائیوں نے اب سوچنا اور تحقیق کرنا شروع کردی ہے کہ ہمارے عقیدہ میں کیا کیا خامیاں ہیں، انہیں معلوم ہوا کہ عقیدہ تثلیث میں کوئی صداقت نہیں ہے

اور یہ غیر معقول عقیدہ ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔اسی طرح عام عیسائی کے لیے یہ بات بھی قابل تسلیم نہیں ہے کہ اصلی گناہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتا ہوا عام آدمی تک پہنچ گیا اور ہر شخص گنہگار پیدا ہوتا ہے، اور عقیدہ کفارہ بھی سنجیدہ عیسائی حضرات کو نامعقول محسوس ہوتا ہے، ایسے ہی اللہ کے انسانی شکل اختیار کرنیکا عقیدہ بھی کوئی ماننے والی بات نہیں ہے۔

اس لیے عیسائی حضرات نے سوچنا شروع کر دیا ہے کہ یہ عقیدے بالکل ہی انسانی عقل وفکر سے ماورٰی ہیں کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کسی کو ملے۔

اسی لیے عام عیسائیوں کا دل اپنے مذہب سے اچاٹ ہوتا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ چرچ اتوار کو خالی نظر آتے ہیں۔

اب مغربی سوسائٹی میں لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف کم ہوتا جا رہا ہے اور سیکولرازم کی طرف بھاگ رہے ہیں، یہ ایسی زندگی گذار رہے ہیں جس میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور طرح طرح کی فلسفے گھڑ رہے ہیں، ان کی حرکتیں عجیب ہوتی جا رہی ہیں، ننگے انسانوں کے کلب، جوڑوں کا بغیر شادی شدہ ہونے کے اکٹھے رہنا، اور بچے تک پیدا کرنا ،جب جی بھر گیا ایک دوسرے سے الگ ہو گئے، کیوں کہ طلاق ایک مسئلہ ہے۔ ہم جنسی پرستی جائز، شراب نوشی، نشہ، زنا کاری ایک عام سی چیز ہو کر رہ گئی ہے جس کو یہ لوگ کوئی عیب ہی نہیں سمجھتے، اللہ کا ڈر ختم اور پولیس کا ڈر زیادہ ہو گیا ہے۔ جرائم کا اضافہ اتنا زیادہ ہے کہ خدا کی پناہ۔ رات کو کئی ایک شہروں میں باہر نکلنا ایک مہم جوئی ہے، بڑے بڑے جرم مثلاً زنا بالجبر، ڈاکے، دھوکہ بازی اور قتل عام ہیں، یہ سب اس لیے ہے کہ مذہب ان کی صحیح رہنمائی نہیں کر رہا ہے۔

زنا کاری اتنی عام ہو چکی ہے کہ اس کو کوئی جرم ہی نہیں سمجھا جاتا اسی لیے شادی کی ضرورت ہی نہیں رہی کیونکہ زنا کاری ایک آسان چیز ہو گئی ہے، اور اس کی کوئی سزا

بھی نہیں ہے، اگر شادی ہو بھی جائے تو جلد ہی ٹوٹ جاتی ہے، کیونکہ جوڑے ایک دوسرے کے لئے مخلص نہیں ہوتے، نتیجہ یہ کہ بچے بغیر ماں باپ کے کلبوں میں پلتے ہیں، اور ماں باپ کی محبت سے محروم رہ جاتے ہیں، ماں باپ جب بوڑھے ہوجاتے ہیں تو ان کو ان کے اپنے بچے بوڑھوں کے گھر میں بھیج دیتے کیونکہ بچوں کے پاس ان کی خدمت کے لیے وقت نہیں ہے۔

اب چونکہ دنیا تعلیم یافتہ ہوچکی ہے آج کا انسان ہر چیز کی دلیل مانگتا ہے، اس لیے عیسائیت کے عقائد خاص کر عقیدہ کفارہ اور عقیدہ تثلیث موضوع بحث بنتے ہیں، جن کا پادریوں کے پاس کوئی صحیح جواب نہیں ہوتا، نتیجہ میں مذہب سے دوری پیدا ہورہی ہے، خاص کر اخلاقی اقدار، خاندانی حالات تو دن بدن بگڑتے جارہے ہیں، مغربی سوسائٹی آج کل مذہب کے خلاف بغاوت پر اترائی ہے، شراب، نشہ آور دوائیں، عریانی اور زنا کاری اتنی عام ہوچکی ہے کہ خدا کی پناہ۔ سر عام جوڑے گندے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، جس سوسائٹی میں یہ چیزیں عام ہوں تو اس سوسائٹی میں ہر طرح کے جرائم خود بخود وبائی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

شرح طلاق کو ہی دیکھ لیں کتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے بچے بغیر ماں باپ کے کلبوں میں پل رہے ہیں اور وہی بڑے ہوکر فوج میں آتے ہیں تو ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ جنیوا کنونشن کو مانیں گے؟ دوسری جنگ عظیم کے وقت جب امریکن فوج فرانس میں نارمنڈی کے مقام پر اتری تو پہلے ہفتہ میں ہی کوئی پانچ سو واقعات زنا بالجبر یعنی Rape کے ہوئے، ابوغرائب جیل (عراق) میں جو قیدیوں سے سلوک کیا گیا وہ اخباروں میں آپ نے پڑھا ہوگا، یہ اس فوج کا حال ہے جو دوسروں کو اخلاق کا درس دیتی ہے۔ چونکہ زنا کاری عام ہے اس لیے جنسی بیماریاں ایڈز وغیرہ اتنی تیزی سے پھیل رہی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ عورتوں کو کلبوں کی زینت بنایا ہوا ہے، کئی ہوٹلوں اور ریسٹورینٹوں

میں عورتیں ویٹرس کا کام کرتی ہیں، کئی ایک ہوٹلوں میں لکھا ملے گا یہاں Topless ویٹرس موجود ہیں، کیا مذہب یہی سکھاتا ہے کہ عورتوں سے ہر وہ کام لو جو اخلاقی طور پرنا جائز اور غلط ہے۔ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر عورت کو تجارتی کاموں میں لگایا جاتا ہے، خفیہ ایجنسیاں عورت کو جاسوسی کے لیے استعمال کرتی ہیں، سمگلنگ کا کام عورت سے لیا جاتا ہے، روشن خیالی کے نام پر عورت کو ایک کھلونا بنا کر رکھدیا گیا ہے، اس طرح کے جرائم سے سوسائٹی سسٹم بالکل ہی تباہ ہوکر رہ گیا ہے۔

اس مذہب سے دوری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا دماغی توازن صحیح نہیں رہتا اور خودکشی اور نفسیاتی بیماریاں سوسائٹی میں عام ہوجاتی ہیں۔

اوپر جو کچھ لکھا ہے یہ کوئی جذباتی زبان نہیں ہے بلکہ مغربی رسالوں اور اخباروں میں یہ خبریں عام ہیں، خاص کر امریکہ کا حال تو اور بھی برا ہے جہاں دوسرے ملکوں کے مقابلے میں جرائم عام ہیں، مثلا رپورٹ میں سے جو کہ پولیس ہی شائع کرتی ہے کہ مثلا x ملک میں Y ملک میں 80% شرابی ہیں۔ 30% نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہیں 20% خودکشی کی کوشش کرتے ہیں 60% شادیاں ناکام ہوتی ہیں اور 40% ہم جنس پرست ہیں کیا اس رپورٹ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ قوم کی اخلاقی حالت کیا ہے کیا اس قوم کو ایک بیمار قوم نہیں کہہ سکتے جس میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

آج جو مغربی سوسائٹی خطرے سے دوچار ہے اس کی وجہ شراب، نشہ آور دوائیں، زناکاری، دیگر اخلاقی جرائم اور مذہب سے دوری ہے۔ یہ چیزیں مغربی سوسائٹی اور مغربی ممالک کو خود بخود تباہ کرکے رکھ دیں گی، لڑائیوں کی ضرورت ہی نہیں ہوگی، مغرب میں رہنے والے لوگ اپنی آنکھوں سے خود دیکھ سکتے ہیں سوچ سکتے ہیں کہ ان کی زندگی کتنی غیر محفوظ ہوکر رہی گئی ہے، اس کی بڑی وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے بے خبری ہے کیونکہ جتنا بھی انسان خدا خوفی سے دور ہوگا اتنا ہی جلدی تباہی کی طرف جائے گا۔

جن اخلاقی بیماریوں میں مغربی سوسائٹی مبتلا ہے یہ سب کی سب اخلاقی بیماریاں عیسائیت کی چھتری تلے ہی پروان چڑھیں۔عیسائیت کی چھتری تلے ہی تیسری دنیا کو فتح کیا گیا،ان پر حکومت کرنے کے لیے ان میں نسل پرستی کے بیج بوئے گئے، کالے رنگ کے لوگوں کو مارا پیٹا گیا، ان کے حقوق سلب کیے گئے، عیسائیت کی چھتری تلے ہی تیسری دنیا میں طرح طرح سازشیں کی گئیں، لوگوں کا قتل عام کیا گیا ان کی جائیدادیں لوٹی گئیں ان کے حکمرانوں کو قتل کیا گیا، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی غرض یہ کہ ہر وہ جرم تیسری دنیا کے باشندوں کے خلاف کیا گیا جس کی عیسایت میں اجازت نہیں۔

یہ مغرب ہی تھا جس نے جنگ عظیم اول اور دوئم برپا کی،ان جنگوں کے دوران کروڑوں انسان لقمہ اجل بنے ۔ عیسائیت کی چھتری تلے ہی امریکہ نے جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگا ساگی پر ایٹم بموں کا تحفہ بھیجا، جس سے لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، عیسائیت کے چھتری تلے ہی ماضی قریب میں افغانستان کے بے گناہ لوگوں پر آگ اور بارود کی بارش کی گئی، عیسائیت کی چھتری تلے ہی عراق کو تباہ کیا گیا، کیونکہ امریکہ دنیا پر اسلحے کے زور پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

اور امریکہ کے صدر نے کہا کہ: مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ عراق پر حملہ کرو بلکہ شروع میں کہا کہ صلیبی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے، کیا عیسایت کا یہی سبق ہے؟ عیسائیت کی چھری تلے ہی فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا گیا،اور قوم یہود کو لا بسایا گیا، اب افریقہ میں عیسائیت اپنے پنجے گاڑنے کے چکر میں ہے۔

عیسائیت کی چھتری تلے ہی ملحدانہ طرز زندگی پروان چڑھا، اسی سے سیکولرزم نے جڑ پکڑی اور دولت کی ہوس نے اپنے پنجے گاڑے ، نازی ازم اور فاشسٹ طرز زندگی بھی عیسائیت کی پیداوار ہیں، کمیونزم اور سوشلزم نے بھی عیسائیت کی چھتری تلے ہی پرورش پائی ۔جب مذہب کو ملکی قانون سے الگ کر دیا گیا تو انسانوں کے دماغ میں مذہب کے

خلاف بغاوت نے جڑ پکڑی اور لوگ بے مذہب، بے دین ہوگئے۔ چرچ میں جو Nuns مقرر ہوئیں ان کو شادی کی اجازت نہ دے کر زنا کاری کو پروان چڑھایا گیا۔

ان سب باتوں کا خلاصہ یہ کہ۔

(1) آج کل عیسائیت وہ نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے مطابقت رکھتی ہو۔

(2) چاروں انجیلوں میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایک دوسری کو غلط ثابت کررہی ہیں بلکہ کئی جگہ ایک ہی انجیل کی آیتوں میں آپس میں اختلاف پایا جارہا ہے ان انجیلوں میں ایک بھی اصلی انجیل نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری ہو۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے تھے یہ انجیلوں سے ہی ثابت ہے۔

(4) اصلی گناہ جس کو عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے ہوتا ہوا انسانوں میں داخل ہوگیا اس کو انجیلیں خود رد کرتی ہیں اور نہ ہی انسانی عقل اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔

(5) اصلی گناہ ایک باطل عقیدہ ہے نہ بائبل سے ثابت ہے نہ انسان کا دماغ اس کو ماننے پر تیار ہے۔

(6) عقیدہ کفارہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت انسانوں کے گناہوں کے کفارہ میں ہوئی، اس کو نہ تو کوئی پادری یا عیسائی سمجھا سکتا ہے اور نہ ہی انجیل میں اس کا ذکر ہے اور نہ انسانی دماغ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔

(7) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر واقع ہی نہیں ہوئی، جیسا کہ انجیل کہہ رہی ہے، مگر انجیل برنباس صاف بتا رہی ہے کہ صلیب جودہ سکویٹ کو دی گئی نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، اور قرآن بھی کہہ رہا ہے کہ " حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ انہوں نے ان کو سولی پر چڑھایا۔

(8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا مذہب یا دین نہیں لائے اور نہ ہی انہوں نے کوئی ایسا دعویٰ کیا بلکہ فرمایا کہ میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی توثیق کرنے آیا ہوں، نہ ہی انہوں نے اپنے حواریوں کو عیسائی کہا،اور نہ ہی یہ کہا کہ میں عیسائی ہوں، یہ سب سینٹ پال کی ایجاد ہے،حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی کلیسا یا چرچ نہیں بنایا بلکہ یہودیوں کے عبادت خانوں میں ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

(9) انجیلیں متضاد بیانات سے بھری پڑی ہیں، ایک انجیل ایک واقعہ کو ایک طرح سے بیان کررہی ہے دوسری بالکل اس کے الٹ،کس کو مانا جائے؟ کس پر ایمان لایا جائے ؟ہر ایک چیز میں اختلاف ہے۔

(10) کسی بھی انجیل میں کسی قسم کی کوئی قانون سازی نہیں کی گئی، اور کسی بھی جرم کی کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی ہے، نہ ہی عبادت کا کوئی طریقہ لکھا گیا، روزمرہ کی زندگی انسان کس طرح گذارے،کسی بھی پہلو کا کوئی ذکر انجیل میں نہیں ملے گا۔

(11) انجیلوں میں زیادہ تر اس بات کا ذکر ملے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کیسے ہوئی؟ ان کو صلیب پر موت کیوں دی گئی؟ ان کے معجزے کس طرح کے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

مگر کہیں بھی کوئی ایسا تذکرہ نہیں ہے کہ انسان اپنی روزمرہ کی زندگی کس طرح گزارے، ایک دوسرے سے کس طرح برتاؤ کرے، لین دین کے کیا اصول ہیں؟۔

(12) عیسائیت مغرب کے لوگوں کی جرائم بھری زندگی کا علاج نہیں کرسکی۔

(13) عیسائیت کی چھتری تلے ہی مغربی تہذیب نے جنم لیا جس میں ظلم وستم، آوارہ گردی، زنا کاری، تشدد اور قتل وغارتگری وغیرہ جیسے جرائم پر کوئی قدغن نہیں لگائی گئی۔

(14) عیسائیت کی چھتری تلے ہی ایسے ایسے جرائم پروان چڑھے جن کا علاج انجیلیں نہ کرسکیں۔ مثلاً مذہب کے خلاف بغاوت، شراب نوشی، زنا کاری، قتل وغارتگری وغیرہ۔

(15) مغرب میں عیسائیوں نے مذہب کے خلاف کھلے عام بغاوت کی، چرچ جانا کم کردیا، اور خدا پر سے یقین اٹھ گیا۔

ایک دفعہ امریکہ میں ایک عیسائی سے بحث ہو رہی تھی، عیسائی کہنے لگا کہ: خدا کہاں ہے؟ سرے سے خدا کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ: کبھی آئینہ میں اپنی شکل دیکھی ہے؟ اور غور کیا ہے کہ منہ میں اوپر کے دانتوں کا رُخ نیچے کی طرف ہے اور نیچے کے دانتوں کا رُخ اوپر کی طرف، پھر داڑھیں بنائیں، مرد کے چہرے پر داڑھی مگر عورت داڑھی سے فارغ، سر کے بال اوپر کی طرف اُگ رہے ہیں مگر داڑھی کے بال نیچے کی طرف۔ آنکھ کو ہی لے لیں آنکھ کی پتلی کس طرح روشنی میں کم پھیلتی ہے اور اندھیرے میں زیادہ، کسی بھی دھماکے کی صورت میں آنکھ خود بخود بند ہوجاتی ہے کہ روشنی سے نقصان نہ ہو، تو وہ عیسائی حیران ہوکر کہنے لگا کہ: یہ چیزیں میرے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھیں۔

(16) آج مغرب کے عیسائی اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ اسلام تشدد کی تعلیم دیتا ہے، ان کو اسلام سے بغض ہے اور اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت کی وجہ سے ایسا کررہے ہیں، کیونکہ یہ یہودی پروپیگنڈہ کے زیر اثر ہیں، جو شروع دن سے ہی اسلام کے خلاف ہیں۔

دوسرے اس لیے بھی اسلام کے خلاف واویلا کرتے ہیں تاکہ آسمانی شریعت اور خدا کے قانون سے چھٹکارا حاصل ہوسکے، وہ زندگی گزارنے کے لیے ہر اخلاقی پابندی کے پاک مادر پدر آزاد معاشرہ چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ زندگی ایسی گذاری جائے جس

میں شراب جائز ہو،خنزیر کھانا جائز ہو، زنا کاری بطور فیشن جاری رکھی جائے ، ناچ گانا،قتل و غارت، چوری اور ڈاکے جائز ہوں۔

مغربی سوسائٹی میں طوائف کی زندگی کے خلاف کوئی شکایت نہیں کرتا کیونکہ یہ قانونی طور پر جائز ہے مگر اس چیز پر ضروری پابندی لگائیں گے کہ ایک مسلمان عورت کیوں حجاب میں ہے،فرانس میں ایک مسلمان لڑکی اپنا سر سکارف سے نہیں ڈھانپ سکتی یہ ان کی اخلاقیات کا ڈبل سٹنڈرڈ ہے، اللہ انہیں ہدایت دے۔

(17) یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں میں یہ پیشینگوئی موجود ہے کہ حضرت محمد ﷺ ایک نبی عربوں میں سے ہوں گے۔

یہ حضرت محمد ﷺ کے آنے سے پہلے اس لیے پیشینگوئی کی گئی تھی کہ جب وہ آئیں تو انہیں مانا جائے مگر وہ جب آئے تو الٹا ان کے خلاف ہوگئے اور بعض انجیلوں میں سے آپ ﷺ کا اسم شریف غائب کردیا گیا۔

آخر میں میں یہ بات زور دے کر تاکید سے کہتا ہوں کہ نجات کا راستہ صرف اور صرف دین اسلام ہے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔اس دین میں ہر طرح کی اخلاقیات کی تعلیم اور قانون سازی موجود ہے، انسانیت کی حفاظت کے لیے ہر طرح کی ضمانت موجود ہے، اسلام میں ہر ایک چیز کا توازن موجود ہے اس میں Extremism کی کوئی گنجائش نہیں ۔ یہ اسلام ہی ہے جو دنیا میں امن کی ضمانت دیتا ہے ظالم کا ساتھ کبھی نہیں دیتا بلکہ مظلوم کی مدد کو پہنچ جاتا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

نوٹ:۔بعض عیسائی حضرات دوران گفتگو کہتے ہیں کہ: مسلمان جھوٹ بولتے ہیں،شراب پیتے ہیں، زنا کاری میں ملوث پائے جاتے ہیں، اور ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے اسلام منع کرتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر سوسائٹی میں چند کالی بھیڑیں موجود ہوتی

ہیں جو اس سوسائٹی کی پیشانی پر بدنما داغ ہوتی ہیں، جیسا کہ کہاوت ہے کہ ایک گندی مچھلی پورے تالاب کو خراب کردیتی ہے۔ یہ اسلام کا قصور نہیں بلکہ ان کا اپنا فعل ہے جس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

صحیح اسلام کو سمجھنے کے لیے یہ نہ دیکھیں کہ چند ایک مسلمان کیا کررہے ہیں بلکہ قران کو پڑھیں، اور اس کو سمجھیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا مطالعہ کریں، صحابہ کرام کے کارنامے پڑھیں اور ان سے سبق حاصل کریں کہ کس عقیدہ کو سینے سے لگا کر انہوں نے اس وقت کی دوسپر پاورز (روم، فارس) کو شکست دی۔

دور کیوں جاتے ہیں افغانستان میں روس جیسی سپر پاور نے کس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھائی، اور اب مسلمان ہی ہیں جو عراق اور افغانستان میں امریکہ پر ضرب کاری لگا رہے ہیں۔

چونکہ میڈیا یہودیوں کے ہاتھ میں ہے اس لیے دن رات اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ زوروں پر ہے۔

اگر کوئی ساٹھ سالہ مسلمان کسی بیس سال کی لڑکی سے شرعی اور قانونی شادی کرتا ہے تو مغربی میڈیا اس کو جُرم بنا کر پیش کرتا ہے، اور اگر کوئی ساٹھ سالہ عیسائی آٹھ سال کی لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر (Rape) کرلے تو یہ کوئی خبر ہی نہیں ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو صحیح راستے پر چلائے جو راستہ جنت کو جاتا ہے نہ کہ دوزخ کی طرف۔

باب تیرھواں

ضمیمہ

کیا موجودہ بائبل الہامی کتاب ہے؟

ہر الہامی کتاب کے لیے ضروری ہے کہ وہ شروع سے آخر تک لفظ بہ لفظ صحیح ہو اور اس میں کسی بھی شخص کو ایک نقطہ بھی تبدیل کرنے کی اجازت نہ ہو۔

کجا یہ کہ مذہبی سکالرز کتاب کی کتاب ہی اپنی مرضی سے لکھ ڈالیں، اور پھر دعویٰ کریں کہ یہ الہامی کتاب ہے۔ بائبل میں بے شمار ایسی چیزیں لکھی گئی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ بائبل میں آج تک تبدیلیاں کی جارہی ہیں اگر بائبل واقعی اصلی اور الہامی کتاب ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا سے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد کلیساء کی مندرجہ ذیل کونسلیں اور اجتماعات کس لیے منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔ قارئین خود اندازہ لگائیں کہ معاملہ کیا ہے۔

1۔ اجتماع نیقیہ منعقدہ ۳۲۵ء

2۔ اجتماع قسطنطینہ ۳۸۱ء

3۔ اجتماع افسس ۴۳۱ء

4۔ اجتماع خلقیدونیہ ۴۵۱ء

(1) نقیہ کی پہلی کونسل تھی جہاں سے عقیدہ تثلیث کا آغاز ہوا شاہ قسطنطین نے کوشش کر کے کوئی ۲۰۴۸ پادری اکٹھے کیے تاکہ مذہبی اختلاف کو دور کیا جائے۔ چنانچہ بحث مباحثہ شروع ہوا تو شہنشاہ یہ دیکھ کر سخت فکر مند ہوا کہ آپس میں پادریوں کا کافی اختلاف ہے، اس نے مناظرہ کا حکم دیا تاکہ کوئی صحیح رائے قائم کی جاسکے۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا، پھر بھی شہنشاہ نے کچھ پادری ساتھ ملا لیے اور دوسروں پر عقیدہ تثلیث مسلط کر دیا

گیا۔

2۔ قسطنطینہ کی پہلی کونسل ۳۸۱ء میں منعقد ہوئی تاکہ جس امر یا عقیدہ کا اعلان ۳۲۵ والی نیقیہ کی کونسل میں نہ ہوسکا ان کو زیر بحث لایا جاسکے۔ اس میں صرف ۱۵۰ پادری جمع ہوسکے، اس لیے اس کو عالمی کونسل کہنا غلط ہے، مگر پھر بھی عقیدہ تثلیث مسیحیت کا جزو لازمی قرار پایا، یعنی باپ، بیٹا اور چرچ اور روح القدس، تین شکلیں، تین خواص یعنی تین ایک، اور ایک تین کی حیثیت رکھتے ہیں۔

3۔ افسس کی پہلی کونسل ۴۳۱ء میں منعقد ہوئی اس میں حاضرین کی تعداد ۲۰۰ تھی کافی تعداد میں پادری صاحبان مدعو تھے مگر حاضرین کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی یہاں قرارداد پاس ہوئی کہ کنواری مریم خدا کی ماں ہیں۔

4۔ خلقیدونیہ کونسل ۴۵۱ء میں منعقد ہوئی یہ کونسل روما کی ملکہ اور اس کے شوہر نے عیسائیت میں اختلاف کم کرنے کے لیے منعقد کی۔ مگر اختلافات کم ہونے کی بجائے بڑھتے گئے اجتماع میں پادی ایک دوسرے پر خوب چیخے چلائے اور گالی گلوچ پر اتر آئے حتی کہ ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی، اس طرح مصری کلیساء اور مغربی کلیساء الگ الگ ہوگئے۔

ان کونسلوں کے بحث مباحثہ کا نتیجہ ملاحظہ ہو۔ اختلافات بدستور قائم رہے بلکہ بڑھتے چلے گئے، چونکہ یہ تمام اجتماعات خواہ عالمی ہوں یا مقامی عقیدہ کے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے منعقد ہوئے، لیکن ان کونسلوں نے عقیدے کا کوئی اختلاف دور نہ کیا۔ ان کونسلوں میں مشورے اور مباحثے انجیل کو سامنے رکھ کر نہیں ہوتے تھے بلکہ ذاتی رائے کا دخل زیادہ ہوتا تھا، کسی بھی کونسل کی قراردوں سے دینی جنگ ختم نہیں ہوئی، اور اس کے بعد بھی کونسلیں ہوتی رہیں۔

5۔ قسطنطنیہ کی دوسری کونسل ۳۵۵ء میں منعقد ہوئی، حاضرین کی تعداد

140 تھی اس کونسل کے بلانے کا سبب یہ تھا کہ کچھ اساقفہ تنسیخ روح کے قائل ہو گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ مسیح ایک حقیقت نہیں بلکہ ایک خیالی پیکر تھے۔

6۔ قسطنطنیہ کی تیسری کونسل ۶۸۰ء میں منعقد ہوئی، حاضرین کی تعداد ۲۸۹ تھی ساتویں صدی عیسوی میں یوحنا مارون نے دعویٰ کیا کہ مسیح کی دو طبیعتیں ہیں لیکن حیثیت ایک ہے، اس سے حکام اور دینی رہنما کافی پریشان ہوئے، اس کونسل میں قرارداد پاس ہوئی جس میں کہا گیا کہ مسیح کی دو طبیعتیں ہیں اور دو حیثیتیں ۔ وہ شخص لعنتی ہے جو اس کو نہ مانے ۔

7۔ نیقیہ کہ دوسری کونسل ۷۸۷ء میں منعقد ہوئی، حاضرین کی تعداد ۳۷۷ تھی۔ ۷۵۴ء میں شاہ قسطنطین کے حکم سے ایک کونسل بلائی گئی تھی جس میں تصویر اور مجسموں کی عبادت میں حرمت کا حکم دیا گیا، اور مریم عذراء سے شفاعت طلبی کی بھی حرمت کی گئی۔

اس کے بعد ملکہ ایرینی نے ۷۸۷ء میں سابقہ کونسل کی قراردادوں پر غور کرنے کے لیے یہ کونسل بلائی اور یہ قراردادیں پاس ہوئیں کہ مسیح اور دیگر مقتداؤں کی تصویروں کی تعظیم کی جائے ، ایسی تصویریں مقدس عمارات، گھر، گرجے اور راستوں پر رکھی جائیں تاکہ ان تصویروں پر نظر پڑنے سے غور وفکر کا شعور پیدا ہو۔

8۔ قسطنطنیہ کی چوتھی کونسل 869 میں منعقد ہوئی، حاضرین کی تعداد معلوم نہیں، قسطنطینہ کے مندوبین کہتے تھے کہ روح القدس باپ سے نکلا ہے، روما والوں نے تردید کی اور کہا کہ وہ باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے، اسی پر تنازع شروع ہو گیا، آخر کار قسطنطینہ والوں کو معزول ہونا پڑا، اوران کی جگہ دوسروں نے لے لی، اور اسی لیے اس کونسل کو مورخین مغربی لاطینی کونسل کہتے ہیں، اس کونسل نے یہ قانون بھی پاس کیا کہ روح القدس باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے، مسیحیت کے متعلق ہر چیز کے بارے میں کلیسائے

روم ذمہ دار اور مستند ہے۔ پوری دنیا کے مسیحی تمام رسم و رواج میں پاپائے روم کے ماتحت ہوں گے، جو ان احکام کو نہ مانے تو وہ ملعون اور محروم ہے۔

9۔ قسطنطنیہ کی پانچویں کونسل 879ء میں منعقد ہوئی، حاضرین کی تعداد نامعلوم، چونکہ عقیدت کے لحاظ سے مسیح برادری تقسیم ہوگئی تھی لہذا اس کونسل میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ ۸۶۹ء میں منعقدہ کونسل کی تمام قراردادیں باطل قرار پائیں اور کہا کہ روح القدوس کا ظہور صرف باپ سے ہوا ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرقی یونانی اور مغربی لاطینی کونسلوں کے انعقاد سے رومن کلیساء کے بالمقابل یونانی کلیسا بھی وجود میں آ گیا۔ اس طرح ایک کلیسا کا نام پطرس مغربی پڑا،اور دعویٰ کیا کہ وہ پوپوں کی جماعت (POPES) پطرس رسول کی نائب ہے۔ دوسرے کا نام مشرقی یونانی آرتھوڈاکس کلیسا پڑا جو قسطنطنیہ کی کونسل سے پہلے کی سات کونسلوں کی قائل ہے، اور پوپ کی سیاحت کی بھی قائل نہیں۔ اس طرح کلیساؤں کی درجہ بندی یہ ہے،کلیسائے مصری جو سکندریہ میں تھا دارالحکومت قاہرہ تھا، مشرقی یونانی آرتھوڈاکس کلیسا، دارالحکومت قسطنطنیہ تھا۔ پطرس مغربی کلیسا جس کا دارالحکومت روما تھا۔

10۔ کونسل روما ۱۱۲۳ء میں منعقد ہوئی اس کی اہم قرارداد یہ تھی کہ اساقفہ کا تعین پوپ کا کام ہے نہ کہ حکومت کا۔

11۔ کونسل روما ۱۱۳۹ء میں منعقد ہوئی، ارکان کی تعداد ایک ہزار تھی، اور یہ مشرقی اور مغربی کلیساؤں کو متحد کرانے میں ناکام رہے۔

12۔ کونسل روما ۱۱۷۹ء میں منعقد ہوئی حاضرین کی تعداد نامعلوم ہے ان کونسل کی قراردادوں میں شامل ہے کہ پوپ کا انتخاب دو تہائی کارڈینالوں کی تعیین سے ہوگا، دوسرے عشاء ربانی میں روٹی اور شراب کے مسیح کے خون اور گوشت میں بدلنے کی روایت کے بارے میں سکوت اختیار کیا۔

13۔ کونسل روما ۱۲۱۵ء میں منعقد ہوئی۔ اس کونسل کی قراردادوں میں شامل ہے کہ کلیسائے روم کے ہاتھ میں نجات ہے اور وہ جس کو چاہے نجات دے سکتا ہے، انسان کا اقرار اور اسے دینی عقیدہ بنانا کہ عشاء ربانی میں روٹی، شراب، مسیح کا گوشت اور خون پر ہوتا ہے۔

اس کے بعد دوسری کونسلیں بھی ہوتی رہیں مگر پروٹسٹنٹ فرقہ کے ترقی پسندانہ رجحانات کی تردید کے مقصد سے ہوتی تھیں ان میں صرف پروٹسٹنٹ فرقہ کی تردید ہوتی تھی۔

14۔ 1542ء سے 1563ء تک۔ اس کونسل کا انعقاد پروٹسٹنٹ فرقہ کے ترقی پسندانہ رجحانات کی تردید کے مقصد سے ہوا تھا اس میں صرف پروٹسٹنٹ فرقہ کی تردید ہوئی۔

15۔ کونسل روما 1869ء اس کی ایک اہم قرارداد یہ تھی کہ پوپ معصوم ہے۔ اس کی وجہ سے مشرق اور مغرب کے کیتھولک جماعتوں میں تقسیم ہوگئے، یہاں تک کونسلوں کے بارے میں خود علمائے مسیحیت کے بیانات کا خلاصہ تھا۔ اس موقع پر ان چار نکات پر غور کرنا ضروری ہے۔

ان کونسلوں کے انعقاد کا سبب علمائے مسیحیت کا اختلاف تھا ان کونسلوں کی وجہ سے معاشرے میں مزید اختلافات رونما ہوئے چہ جائیکہ کم ہوتے، ان قراردادوں میں انجیل کے نصوص کو اہمیت نہیں دی گئی، ان جھگڑوں کی وجہ سے اصل مسیحت کے خدوخال یہاں تک مسخ کردیئے گئے کہ اس کے علماء باہمی اختلافات میں اپنی رائے منوانے کے لیے کونسلیں منعقد کرتے رہے، اب بحث کے وقت ان سوالات کا جواب سوچنا چاہیے۔

(الف) کیا مسیحیت کی تفسیر وتشریح کے لیے انجیل کافی نہیں ہے۔

(ب) اگر انجیل کافی نہیں تو دوسرا کونسا مستند ماخذ ومصدر ہے۔

(ج) کونسلوں نے عقائد کو دینی نصوص کی روشنی میں دیکھا، یا ذاتی تعصبات اور عقل کی روشنی میں دیکھا؟

(د) کیا عقیدہ کے سلسلے میں صرف انسانی عقل کافی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر فلسفہ اور مسیحیت میں کیا فرق ہے؟۔

(ہ) مسیحی معاشرے میں ماضی و حال کی تقسیم کی اساس دین پر ہے یا پھر اس کی بنیاد شخصی رائے پر ہے۔ پھر ہم کلیساء سکندریہ کی خلقیدونیہ کی کونسل کے بعد علیحدگی اور کلیسائے قسطنطینہ کی 869ء میں علیحدگی اور کیتھولک چرچ کی 1869ء میں تقسیم کی کیا توجیہ کرتے ہیں، کیا اس تقسیم میں دینی اساس کے بجائے ذاتی آراء اور تعصّبات کا دخل نہیں تھا؟ آخر میں دیکھیں کہ کس طرح اور کس Athority کے تحت کلیساء روم نجاتِ کے ٹکٹ اور پروانے جاری کرتا رہا، حالانکہ اللہ تعالی کے حکم کے بغیر کوئی نجات نہیں پاسکتا۔

نجات کے ٹکٹ اور پروانے کی تحریر ملاحظہ فرمائیں! اے فلاں تم پر ہمارا رب مسیح رحم کرتا ہے اور وہ اپنے مقدس آلام کے ساتھ تم میں حلول کرتا ہے اور میں اپنے پیغمبرانہ اختیارات سے جو مجھے دیئے گئے ہیں تمہیں تمام معاوضوں، احکام اور کلیساء کے واجبات سے سبکدوش کرتا ہوں اور تمہارے تمام گناہ معاف کرتا ہوں، خواہ وہ گناہ کسی نوعیت کے ہوں اور اگرچہ یہ پاکیزگی صرف مسیح اور کلیساء کے نمائندے کے ساتھ مخصوص تھی، اس وقت میں تمہارے گناہوں اور غلطیوں کی تمام گندگی کو مٹاتا ہوں، اور ان تمام قصاص اور سزاؤں کو بھی معاف کرتا ہوں جن کے کفارے کے لیے تم پریشان تھے، اور از سرِ نو تمہیں اس پاکی اور نیکی کی طرف لوٹاتا ہوں جو بپتسمہ لیتے وقت تمہارے اندر آئی تھی، اب تمہاری موت کے وقت وہ دروازہ بند ہوجائے گا جس سے گناہ گار لوگ جہنم کے لیے گذرتے ہیں، اور خوشیوں کی جنت تک پہنچنے والا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ تم اگر کئی

برسوں کے بعد بھی مرے تو یہ نعمت تمہیں مل کر رہے گی۔ اور پھر باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے تمہارا آخری وقت آجائے گا۔

اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس طرح اور کس اتھاریٹی کے تحت پوپ یہ پروانے جاری کرتا رہا۔ اسی لیے یورپ میں کئی اصلاحی تحریکیں اٹھیں، خاص کر لوتھر کی تحریک قابل ذکر ہے، جس نے پروٹسٹنٹ فرقے کی بنیاد ڈالی، اور کیتھولک فرقے سے الگ ہوگیا، اس کے علاوہ بائبل میں کافی فحاشی بھی موجود ہے، اسی لیے جارج برناڈ شاہ نے کہا تھا کہ: بائبل کو بچوں سے دور رکھیں اور صندوق میں بند کردیں۔

حرف آخر:

میں شاعر جاوید احمد عباسی (گولڈ میڈلسٹ) کا مشکور ہوں جنہوں نے مجھے بار بار تاکید کی کہ جب آپ کا بائبل پر اتنا عبور اور گہرا مطالعہ ہے تو آپ کیوں نہ ایک کتاب لکھیں جس کو پڑھ کر لوگ اس قابل ہوسکیں کہ عیسائی بھائیوں سے مذہبی گفتگو کرسکیں، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے کتاب اسی طرز پر لکھی جس کو پڑھنے والا نہ صرف خود مستفید ہوگا بلکہ اس کو بطور حوالہ (Reference) بھی استعمال کرسکے گا۔

الخلیل پبلشنگ ھاؤس
دوکان نمبر I-B، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، راولپنڈی۔
Ph: 051-5553248, Cell: 0300-5034629, 0331-5459409
e-mail: akpublishing@hotmail.com